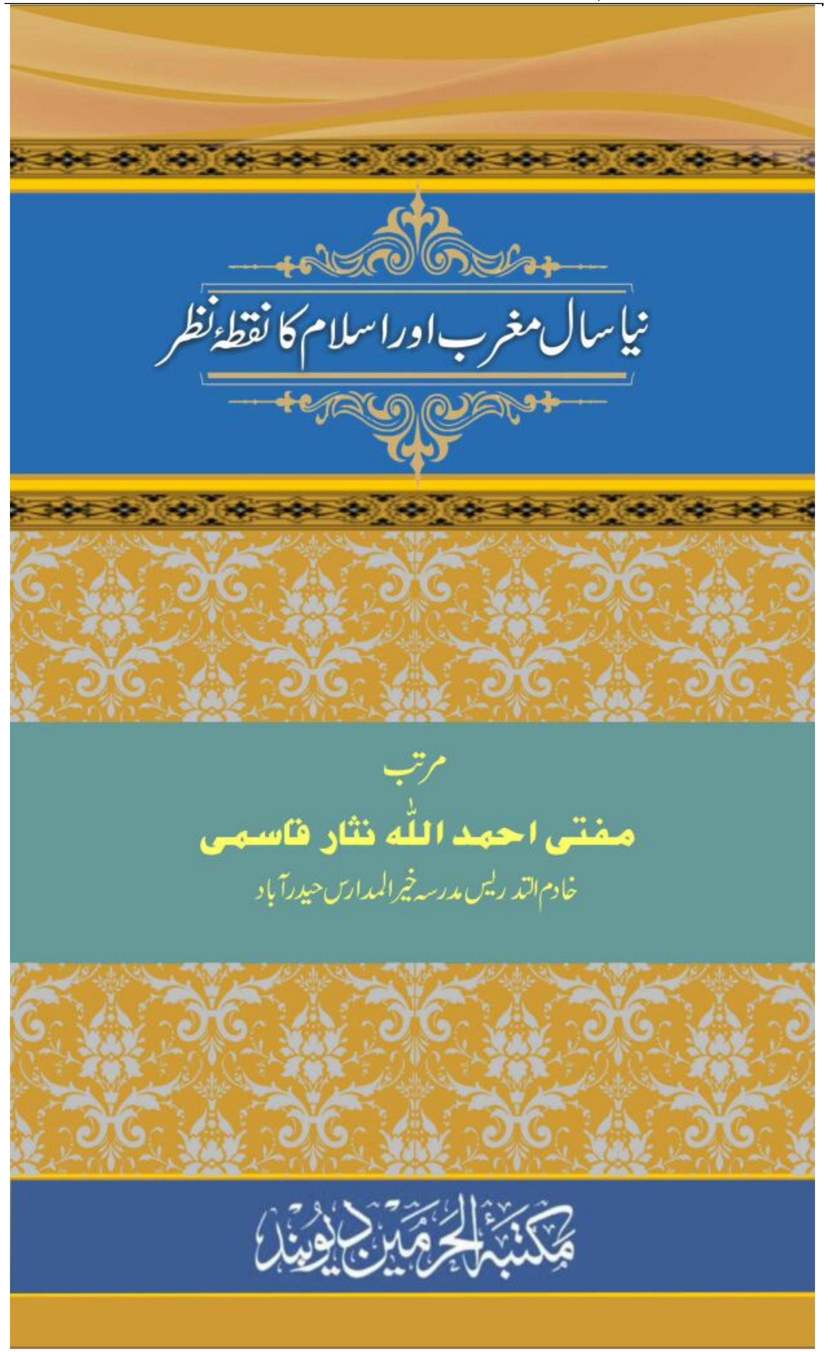

تفصیلات

نام کتاب: نیا سال مغرب اور اسلام کا نقطۂ نظر

مرتب: مفتی احمد اللہ نثار قاسمی صاحب (9966488861)

صفحات ۴۵

سن اشاعت ۲۰۱۷

کمپوزنگ مفتی سعید احمد تانڈوری (8106575687)

سرِورق مولانا ابوسعید اسلم قاسمی صاحب (7259468403)

ملنے کے پتے

مکتبہ الحرمین دیوبند، دارالدعوۃ والارشاد حیدر آباد

ناشر

مکتبۃ الحرمین دیوبند

فہرست مضامین

مقدمہ	۷
سخنہائے گفتنی	۱۰
کیا سالِ نو کا آغاز خوشی کا موقع ہے؟	۱۳
نیو ائیر نائٹ کا آغاز	۱۴
دنیا کے مختلف ممالک میں استقبال کے نت نئے انداز	۱۶
نیو یارک اور کیلی فورنیا	۱۷
ہانگ کانگ	۱۸
تھائی لینڈ	۱۸
برازیل	۱۸
چلّی	۱۹
چین	۱۹
کیوبا	۲۰
ڈنمارک	۲۰
ایکواڈور	۲۱
جرمنی	۲۲
یونان	۲۲
نیدرلینڈ۔ یا۔ ہالینڈ	۲۳
فلپائن	۲۳
روس	۲۴

اسکاٹ لینڈ	۲۴
جنوبی افریقہ	۲۵
اسپین	۲۵
نیو ائیر نائٹ کی خرابیاں	۲۶
نیا سال اور فضول خرچی	۲۶
نئے سال پر 7 منٹ میں ۶۳ کروڑ کی آتش بازی	۲۷
رزق میں اسراف روزی کی ناقدری	۲۷
ماضی کی تاریخ سے عبرت لیں	۳۰
نیو ائیر نائٹ اور مسلم معاشرہ	۳۱
ہم کدھر جا رہے ہیں؟	۳۳
لمحۂ فکریہ	۳۵
کہیں ایسا نہ ہو کہ بہت دیر ہو جائے	۳۷
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا	۳۸
کیا یہ مسلم معاشرہ ہے؟	۴۱
نیا سال اور کرنے کے کام	۴۲
(۱) اپنے کو احتساب کے کٹہرے میں کھڑا کریں	۴۲
(۲) ماضی کا دنیوی احتساب	۴۳
(۳) ماضی کا دینی احتساب	۴۴
(۴) آگے کا لائحہ عمل	۴۵
(۵) عمر گذشتہ پر توبہ	۴۵
نیا سال اور وقت کی قدر	۴۶
وقت کی مثال	۴۸

وجاءکم النذیر	۴۹
ملک الموت سے دوستی	۵۰
ابن عمرؓ کا ایک قبر پر سے گذر	۵۱
حافظ ابن حجرؒ کا وقت کی قدر کرنا	۵۲
امام ابو یوسف کا وقت کی قدر کرنا	۵۲
شیخین کے استاذ کا حال	۵۳
شوقِ مطالعہ میں شہادت	۵۳
ابن جریر طبریؒ کا کارنامہ	۵۴
ابو ریحان البیرونی کا حال	۵۴
ابن عقیل کی تصنیف	۵۴
ابن جوزیؒ کی یادگار کاوشیں	۵۵
وقت میں برکت کی زندہ مثالیں	۵۵
آج ماضی کی مثالیں ناپید ہیں	۵۶
سالگرہ کی حقیقت	۵۷
خود فراموشی اور خدا فراموشی	۵۹
قمری تاریخ کی شرعی اہمیت	۶۰
پچھلی قوموں میں تاریخ کا رواج	۶۳
ہجری تاریخ کا آغاز	۶۶
ہجری تاریخ کے موجد حضرت عمرؓ	۶۸
ہجری تاریخ اور قرآنی اشارہ	۶۸
ہجری تاریخ کا سال تدوین	۶۹
اسلامی تاریخ کی ابتداء سالِ ہجرت سے کیوں؟	۷۰

واقعۂ ہجرت اشاروں میں	۷۱
ہجرت سے ابتدا کی دوسری وجہ	۷۲
ماہِ محرم کو سال کا پہلا مہینہ مانا گیا	۷۲
ایک اشکال کا جواب	۷۳
صحابہ کا طرز عمل ایک پیغام ہے	۷۴
مروجہ کیلنڈر کی حقیقت	۷۷
یہود کی ناپاک سازش	۷۸
سالِ نو کا آغاز جنوری سے ہی کیوں؟	۷۹
مہینوں کے شرکیہ ناموں کی تفصیل	۸۱
ایام کے شرکیہ ناموں کی تفصیل	۸۴
اسلامی تقویم کو رواج دیں	۸۴
میڈیا کا اولین نشانہ مسلمان ہے	۸۵
مغربی تہذیب کی یلغار کا اثر	۸۶
دو افسوسناک پہلو	۸۶

مقدمہ

مولانا سید احمد ومیض ندوی نقشبندی عمت فیوضہم
خلیفہ حضرت مولانا پیر ذوالفقار صاحب دامت برکاتہم

اس وقت مسلمان جن کٹھن اور صبر آزما حالات سے گزر رہے ہیں وہ کسی حساس اور باشعور انسان پر مخفی نہیں ہیں، ایک طرف مغربی طاقتیں ہر طرح کے فکری اور مادی ہتھیار سے لیس ہو کر اسلامی تہذیب وثقافت پر شب خون مار رہی ہیں، تو دوسری طرف خود مسلمان بدعملی اور فسق وفجور میں مبتلا ہیں، اور مغربی تہذیب وتمدن اپنانے کو روشن خیالی کا لازمہ تصور کر رہے ہیں، آج نسل نو کے ظاہری حلیے اور ان کی وضع قطع کو دیکھ کر بلا مبالغہ ایک دیندار اور شریعت کا پابند انسان اس کے اسلام اور مسلمانوں سے وابستہ ہونے پر یقین نہیں کرسکتا ہے، آج اسلامی تہذیب وثقافت نسل نو کے لیے محض ایک نقطۂ سیاہ کی حیثیت رکھتی ہے، جوان کو اپنے باپ دادا سے وراثت میں ملی ہے، ورنہ شعوری طور پر نہ انہیں اسلامی تہذیب سے وابستگی کی فکر ہے اور نہ اس سے محرومی پر کسی قسم کا رنج ۔یقیناً یہ صورتِ حال غم انگیز اور لمحۂ فکریہ ہے، اور ہر صاحبِ بصیرت انسان کی روح کو تڑپا دینے والی اور بے چین کر دینے والی ہے۔

فرنگی تہذیب وتمدن کی لہر پورے عالم میں بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے، اور ہر کوئی اسی تہذیبِ جدید کا دلدادہ اور قصیدہ خواں نظر آرہا ہے، اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ایک طرف ذرائع ابلاغ کے سرچشمہ پر مغرب کا قبضہ ہے، جہاں سے مغربی تہذیب وتمدن کا زہر ہلاہل خوش نما صراحیوں میں بھر کر لوگوں کے سامنے پیش کیا جارہا ہے، اور لوگ صراحی کی شوخ رنگینی کو دیکھ کر دیوانہ وار اس پر ٹوٹ رہے ہیں، تو دوسری طرف خود مغربی آقاؤں نے

عالمی سطح پر مغربی تہذیب کی ترویج واشاعت کے لیے خاص تقاریب مثلاً ’’کرسمس ڈے‘‘ ’’اپریل فول‘‘ اور ’’ویلنٹائن ڈے‘‘ کو مقرر کیا ہے، یہ تقاریب کیا ہیں؟ بس اتنا سمجھ لیجیے کہ بے حیائی اور اختلاطِ مرد وزن کا یک جلی عنوان ہے، نسل نو میں صنفی آوارگی اور جنسی بے راہ روی فروغ دینے کا وسیلہ، پورے عالم پر مغربی ثقافت کو مسلط کرنے کا ایک بہانہ، مشرقی اقدار اور روایات کے بیخ وبن کو جڑ سے اکھاڑنے کی ایک منظم سازش ہے، افسوس ہمارے مسلم نوجوانوں پر ہے جو مغربی تہذیب وتمدن کے سیل رواں میں خس وخاشاک کی بہتے چلے جارہے ہیں، اور مغربی تہذیب سے وابستگی کو اپنے لیے سرمایۂ عزت وافتخار خیال کر رہے ہیں، چنانچہ بہت سے مسلم نوجوان اس طرح کی خالص غیر اسلامی تقاریب میں شرکت کرتے ہیں، اور اس کو روشن خیالی اور روشن ضمیری کی علامت قرار دیتے ہیں ،اور اللہ کے غضب وغصہ کو دعوت دیتے ہیں ،مغربی تہذیب کے اس سیل بلاخیز پر بند باندھنے کے لیے جہاں بہت سی سنجیدہ اور ہمہ جہتی کوششوں کی ضرورت ہے وہیں ذرائع ابلاغ کے سرچشمہ پر قبضہ کرنا بے حد ضروری ہے، اس سرچشمہ پر فرزندان توحید کا قبضہ ہوگا تو اس سے پھوٹنے والی ہر آبجو سے عدل وخیر کی خوشبو معطر ہوگی ،اور ہوائیں اس کے بخارات کو بادل بنا کر معاشرے پر برسائیں گی تو اسلامی تہذیب وثقافت کو نشو ونما ملے گی، اور اسلام کا ننھا سا پودا خطرات کی باد سموم سے محفوظ ہو جائے گا۔

ضرورت تھی کہ اس تعلق سے ایسی مختصر کتابیں ترتیب دی جائیں جن میں ان غیر شرعی اور خالص مغربی تقاریب کے مفاسد اور نقصانات کا بیان ہو، اور شرعی نقطۂ نظر سے ان میں شرکت کا حکم بیان کیا گیا ہو، بڑی خوشی کی بات ہے کہ جواں سال عالم دین محبی فی اللہ جناب مفتی احمد اللہ نثار صاحب قاسمی ۔جو خیر المدارس کے مقبول اور ہر دلعزیز استاذ ہیں، ایک کامیاب اور باصلاحیت مدرس ہونے کے ساتھ انشاء پردازی، مضمون نگاری اور تحقیقی کام کا اچھا ذوق رکھتے ہیں۔ نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ،اور چار مختصر مگر جامع کتابیں تالیف فرمائیں، جن کے عنوانات یوں ہیں: (۱) نیا سال مغرب اور اسلام کا نقطۂ نظر (۲) اپریل

فول ۔تاریخ وشریعت کے آئینہ میں (۳) کرسمس ڈے کی حقیقت ۔عقل ونقل کی روشنی میں (۴) ویلنٹائن ڈے ۔تاریخ کے آئینہ ۔ان کتابوں میں مولانانے ان خالص مغربی تقاریب کے نقصانات اوران کے مفاسد کے حوالہ سے مختلف کتابوں سے خاصا مواد جمع کردیا ہے،اورمغرب کے پرفریب تمدن سے خوش نمااوررنگین نقاب کو ہٹا کرنسل نو کو مغرب کا اصلی اورگھناؤنارخ دکھانے کی کامیاب کوشش کی ہے،کتاب کا اسلوب نہایت سادہ اورسلیس ہے،عوام وخواص ہرایک کے لیے یکساں مفید ہے،امید ہے کہ یہ کتابیں ان شاءاللہ اسلامی لائبریری میں حسین اورخوش گواراضافہ کا باعث ہوں گی،شوق کے ہاتھوں لی جائیں گی اورذوق کی نگاہوں سے پڑھی جائیں گی ،برادرعزیز مفتی احمداللہ نثارقاسمی نے صلاحیت کے ساتھ صالحیت کا بھی وافرحصہ پایا ہے،درس وتدریس ،دعوت وتبلیغ اورتصنیف وتالیف تینوں میدانوں کے شہسوار ہیں،مزاج میں اعتدال اورفکرمیں استقامت ہے ،زودنویس بھی ہیں اورخوب نویس بھی ،زودنویسی کے ساتھ خوب نویسی بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جوزودنویس ہوتا ہے وہ خوب نویس نہیں ہوتا،مفتی احمد اللہ صاحب کو اللہ نے ان دونوں نعمتوں سے نوازا ہے،اکابرعلماء کی کتابوں کی تحقیق وتخریج کے ساتھ اشاعت کا بڑاستھراذوق رکھتے ہیں،اب تک کئی کتابوں پرانہوں نے تحقیق وتخریج کا کام کیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالی سے دعا ہے کہ ان مفید کتابوں کو قبولیتِ عامہ نصیب فرمائے اورانھیں اسلامی اخلاق وتہذیب کے فروغ کا ذریعہ بنائے،اورمرتب کے قلم کوخلوص وتاثیر کی نعمتوں سے سرفراز کرے۔

(حضرت مولانا) سیداحمدومیض ندوی (نقشبندی دامت برکاتہم)

۱۹/صفر/۱۴۳۹ھ

۹/۱۱/۲۰۱۷ء/جمعرات

سخنہائے گفتنی

آج جبکہ گھر سے بازارتک،تفریح گاہوں سے تماشا گاہوں تک، دفتروں سے درسگاہوں تک مغربی تہذیب کا طوفان بدتہذیبی اپنے نشیب وفراز کے ساتھ عام ہوتا جارہا ہے،پس پردہ کی کربناک حقیقت سے غافل ہوکر پردہ پرابھرنے والی تصویروں کی نقالی میں فخرمحسوس کیاجارہاہے،ہوس پرستی وآوارہ مزاجی کوفطری مذہب کہہ کرگرل فرینڈ وبوائے فرینڈ بنانے کے لئے کلبوں پارکوں اورکالجوں میں فرینڈ پیالس(frind palace)اور آتش ہوس پرآب پاشی کرنے کے لئے لورپیلس(lover palace) قائم کرنا،عریانیت کانا کافی لباس کمر سے نیچے ایک چڈی اورسینہ پرایک پٹی باندھکرعیب تن کو زیب تن سمجھنا روح کواندرونی کرب ونفسیاتی الجھن اورجنسیت کی حدوں کو حیوانیت سے ضرورملادیتا ہے۔

حقیقت پسندی کو رجعت پسندی، انسانی فطرت کو دقیانوسیت کا نام دے کرسفاکی وشہوت پرستی کے مصنوعی جال سے جنسی غلامی کی بے راہ روی پرڈالنے کو، دلفریب نعروں سے نسوانی عصمت پرایک بدنما کلنگ کوحسن کا ٹیکہ کہنے،سکون قلب کابری طرح استحصال کرکے نفسیاتی الجھنوں میں مبتلا کرنے کوتقدس خیال کرنے اورفطرت سے بغاوت کرکے تاریک خیالی کوروشن خیالی قراردینے کاخمیازہ دیرسویرضرور بھگتنا پڑے گا ؎

اس دور کی یہ ناچتی گاتی ہوئی تہذیب
کیا جانئے کس کرب کا اظہار کرے ہے

جب بھی نیاسال شروع ہوتا ہے توایک لمحہ کی تبدیلی میں مغربی تہذیب کے مارگزیدہ نرومادہ حیوان ناطق اپنی حیوانیت کی حدیں پارکرکے انسانیت کی بندیں توڑدیتا ہے،مال کاضیاع،وقت کاضیاع،حیاءسوزی وشراب نوشی اسلامی وغیراسلامی ممالک میں ناخواندہ طبقہ میں عموماًاورخواندہ طبقہ میں خصوصاًزینت تہذیب شمارہوتا ہے۔

ہوٹلوں،کلبوں،تفریح گاہوں، دفتروں وبازاروں، پارکوں وسڑکوں پررقص وسرور،عیش

ونشاط ، شراب وکباب کی ہنگامی دنیا میں نسوانی حسن کا مذاق، حقیقی زندگی کے کرب والم پر مصنوعی خوشیوں ومحبتوں کی اداکاری کی چادر تان کر اخلاق باختگی کو ہوادی جاتی ہے، نو دولتوں والی تہذیب کی نقالی سے پیسہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے، رومانس بھری اداؤں سے رضا کارانہ بدکاری اور بڑی بے باکی سے اپنے جنسی احساسات وجنسی تجربات کا اظہار کیا جاتا ہے۔

معاشرہ میں بے حیائی کا مرض، اخلاق باختگی کی وباہر دور میں پائی گئی ہے مگر وہ مرض مرض ہی اور برائی برائی ہی شمار ہوتی رہی، افسوس تو اس پر ہے کہ پوری دنیا کم وبیش مغرب بن چکی ہے لیکن صد افسوس اس پر ہے کہ عزت فروشی وعصمت کی ارزانی اس دور میں عزت وشہرت بلکہ سماجی رتبہ حاصل کرنے کا ذریعہ بن چکی ہے اور تہذیب وکلچر کا مقام حاصل کرلی ہے اور شکر ہے اس رب ذو الجلال کا جس نے اسلام کو یہ شرف بخشا کہ اس بلاء خیز سیلاب کے آگے بند باندھنے کی فکر ودیعت فرمائی اور اہل ایمان کو وہ بصیرت بخشی کہ عالمگیر فتنوں سے نبرد آزما ہوسکیں، ورنہ بظاہر ترقی یافتہ ممالک کی تعلیم، تہذیب، یونیورسٹیوں کا کلچر، دانش گاہوں کا فلسفہ، خود غرض پیسہ کی پجاری کمپنیاں، بدتہذیبی کے بازار کو گرم کرنے میں شاید کوئی کسر باقی رکھے ہوں۔

لیکن مغربی تہذیب پر رال ٹپکانے والے مسلمانوں سے سوال ہے کہ مسلمانو! تم کہاں تک مغربی تہذیب کی نقالی کروگے؟ مادر پدر آزادی تک؟ شراب نوشی وعصمت فروشی تک، ’’آزادیٔ نسواں‘‘ اور ’’مساواتِ مرداں‘‘ جیسے زہریلے نعروں سے جنسی استحصال تک؟ خاندانی قدروں سے آزاد ہو کر رہ چلتے شہوت رانی تک؟ کیا ان سب کے بعد آپ کو مسلمان اور مہذب قوم کہا جائے گا؟ کیا اس کے بعد کفر واسلام کی حدیں باقی رہیں گی؟ تف ہے تمہاری اس روشن خیالی نہیں بلکہ تاریک عقلی وذہنی غلامی پر، جنت نما جہنم آباد مغربی کلچر تمہاری اگلی نسلوں کو ’’اولئک کالانعام بل ھم اضل‘‘ کا مصداق بنا کر چھوڑے گا، اور عفت کے تانے بانے کا سایہ بھی انہیں حاصل نہ ہوگا، بلکہ بعید نہیں کافروں کا فرش بن کر حرام نسل کو جنم دے کر نارِ شہوت سے نارِ دوزخ تک کی راہ ہموار کریں گی۔ (العیاذ باللہ)

الحمدللہ غیرت مند سینوں، دردمند دلوں میں امید کی کرنیں باقی ہیں جو مشرقی تہذیب کی آفاقی افادیت کی عمومیت اور مغربی کلچر کی عالمی مضرت کے انسداد کے لئے تگ ودو میں لگی ہیں، اور ان شاء اللہ تہذیب کا یہ مسافر اپنی منزل پر جا کر دم لے گا۔

اس رسالہ میں نئے سال کے موقع پر ہونے والی آوارگی کے نقصانات، اور سال نو سے متعلق اسلامی ہدایات، اسلامی تاریخ کی اہمیت وغیرہ جمع کی گئی ہیں، یہ رسالہ بندہ کی مستقل کاوش نہیں بلکہ مفکرین ومخلصین اکابر امت (جیسے حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم، مفتی شعیب اللہ خان صاحب، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب اور دیگر اصحاب قلم) کی تحریریں جو موضوع سے متعلق مفید تھیں یکجا کی گئیں ہیں، بندہ حضرت مولانا سید احمد ومیض صاحب نقشبندی دامت برکاتہم کا بے انتہا شکر گذار اور ممنون ہے کہ آپ نے اپنی کئی مصروفیتوں کے باوجود احقر کے رسائل پر فکری، اور مؤثر مقدمہ تحریر فرمایا، اللہ تعالی ہمیں آپ کی تواضع کا وافر حصہ نصیب فرمائے، احقر علم وعمل فہم وفراست ہر اعتبار سے نہایت کمزور ہے، اپنی کم عملی وبے بضاعتی کے بعد اس لائق نہیں کہ کچھ خامہ فرسائی کرسکے، اس لئے تمام قارئین سے دست بستہ عرض ہے کہ دورانِ مطالعہ کسی بھی طرح کی غلطی اور قابل اصلاح بات سامنے آئے تو اسے بندہ ہی کی خامی سمجھ کر مطلع فرما کر اپنا ممنون بنائیں، اور اس رسالہ کو قبولیت بخشے مرتب وقاری وسامع کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

احمد اللہ نثار قاسمی
بروز اتوار ۶/۱۱/۱۶ء
۵/صفر المظفر ۱۴۳۸ھ
9966488861

بابِ اول

کیا سالِ نو کا آغاز خوشی کا موقع ہے؟

خوشی منانے کے معتدل سنجیدہ اور مہذب طریقہ پر بات کرنے سے قبل خود اس بات پر ایک سوالیہ نشان ہے کہ آیا یہ اس قدر خوشی منانے کا موقع ہے بھی یا نہیں؟

کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نئے سال کا جشن منایا تھا؟ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں ایک دوسرے کو ہپی نیو ائیر (happy new year) کی مبارک باد دی، کیا تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں اس رسم کو منایا گیا؟ کیا دیگر مسلمان حکمرانوں نے اس کے جشن کی محفلوں میں شرکت کی؟ حالانکہ اس وقت تک اسلام ایران، عراق، مصر، شام اور مشرق وسطی کے اہم ممالک تک پھیل چکا تھا، یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب ہر عقل مند شخص نفی میں دے گا، پھر آج کیوں مسلمان اس کام کو انجام دے رہے ہیں؟

آخر ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ رات 11:59PM سے 12:00AM کے درمیان صرف ایک منٹ کا فاصلہ ہے، سوال یہ ہے کہ اس ایک ساعت میں دنیا میں کون سی ایسی عجیب تبدیلی واقع ہو جاتی ہے کہ ہم اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھتے ہیں اور عجیب وغریب غیر سنجیدہ حرکات پر اتر آتے ہیں ۔۔۔۔۔؟ چلئے ہو کچھ دیر کیلئے انگڑائی لینا ہے کہ آیا ہماری مذہبی تعلیمات، پاکیزہ روایات اور صاف ستھرا تمدن اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ہم نئے سال کا اس انداز میں استقبال کریں؟ یقینا جواب نفی میں ہو گا، یہ طرز عمل ہماری تعلیمات اور روایات سے ذرہ برابر میل نہیں کھاتا، ہماری دینی تعلیمات اسلاف کی زندگیاں تو یہ بتاتی ہیں کہ کسی بھی کام کے آغاز میں اپنے خالق حقیقی کو یاد کرنا چاہیئے، بحیثیت انسان اپنے معاشرتی واخلاقی اور دینی فرائض کی تن دہی اور دیانت داری سے ادائیگی کا مخلصانہ عزم کرنا چاہیئے ، سال نو کی ابتداء میں مالک حقیقی کے سامنے سر بسجود شب گزاری انسانوں کی بھلائی اور فلاح کی جانب ہماری توجہ کیوں نہیں جاتی؟ ہم یہاں یہ نیک فال کیوں نہیں لیتے کہ چلو سال کا پہلا

دن ہے کوئی اچھا عمل کر لیتے ہیں تا کہ سال بھر اس کی توفیق ملتی رہے ایک یہ بھی اصول ہے جو ہر وقت ملحوظ نظر رہنا ضروری ہے، وہ یہ کہ ہم اپنے تمدن اور تہذیبی اقدار کو تعلیمات اسلام کی چھلنی سے چھان کر اپنائیں، جو ہماری ثقافت ہمارے دین کی ارفع تعلیمات وہدایات سے متصادم ہوں تو اس کے اپنانے میں بظاہر کوئی مانع نہ ہونا چاہیئے، رہا مسئلہ مغربی تمدن اور اجنبی ثقافت کی اندھی تقلید کا تو یہ افسوسناک ہے، اسکا بڑا اور بنیادی سبب ہمارے اندر پایا جانے والا احساس کمتری ہے، انگریز برصغیر پر ایک طویل عرصہ حکمرانی کے بعد واپس انگلستان چلا گیا، مگر یہاں کے باشندوں پر اسکا فکری رعب تاحال قائم ہے اپنے خالص اور صاف ستھرے تمدن کے بارے میں معذرت خواہانہ رویہ اور مغربی انداز زیست کو قابل فخر سمجھنا دراصل اسی فکری بیماری کا نتیجہ ہے جسے اہل درد نے خوئے غلامی کہا ہے مغربی کلچر کی بالادستی اور اسکے رجحان میں تیز رفتار اضافے کا ایک اور بڑا سبب میڈیا ہے، میڈیا بالخصوص اس مہم میں سرگرم ہے، اور ہم سادہ لوح عوام چمکتی چیز کو سونا سمجھ کر اس کے پیچھے سرپٹ بھاگنا شروع کر دیتے ہیں۔

نیو ائیر نائٹ کا آغاز

دیگر فتنوں کی طرح یہ فتنہ بھی یہود ونصاریٰ کی اسلام دشمنی کا ایک حصہ ہے جو انیسویں صدی کا پیدا شدہ ہے، تاریخی روایات سے اس کا شجرہ نسب رائل نیوی کے منچلے نوجوان سے جا ملتا ہے، اس کا پس منظر یہ ہے کہ رائل نیوی کے نوجوان اکثر بحری جہاز کا سفر کیا کرتے تھے۔ جو بہت دور دراز کا سفر ہوا کرتا تھا۔ اس طویل سفر کی وجہ سے ان کی طبیعتیں اکثر بے چینی اور بوریت کا شکار ہو جاتی تھیں، چنانچہ وہ اس بے چینی، بوریت اور اکتاہٹ کو دور کرنے کیلئے مختلف تقریبات منعقد کیا کرتے تھے، کبھی تو یہ تقریبات ایک دوسرے کی سالگرہ کی شکل میں مناتے، کبھی اپنے بچوں کی سالگرہ کرتے تو کبھی اپنے گھروں کی سالگرہ مناتے ہیں جب تمام لوگ خود اپنے ہم سفر، اولاد اور گھروں تک کی سالگرہ منانے سے فارغ ہو گئے لیکن ان کی بے چینی ابھی دور نہ ہوئی تو انہوں نے ایک قدم آگے بڑھ کر خوشی منانے کا نیا

طریقہ ایجاد کرلیا یعنی اپنے جانوروں کتے، بلیوں کی سالگرہ منانے لگے، جب یہ چیزیں بھی ان کی اضطراری واکتاہٹ کوختم نہ کرسکیں، اور ان کا دل نہ بھرا تو دوسرے طریقہ سے اپنی خواہش کا سامان مہیا کرنے میں کوشاں رہے، اتفاقاً اسی دوران دسمبر کا مہینہ تاریخ کی منزلیں طے کرتا ہوا اپنی انتہا کو پہنچنے کے قریب تھا کہ اچانک ان نوجوانوں میں سے ایک کے ذہن میں یہ فاسد خیال ابھرا کہ کیوں نہ ہم نئے سال کا استقبال کریں۔ اسے خوش آمدید کہیں اور اس کی خوشیاں منائیں، چنانچہ دسمبر کی ۳۱ تاریخ یکم جنوری میں تبدیل ہونے سے قبل جہاز کا سارا عملہ جمع ہوا، اور جہاز کو خوب آراستہ کیا گیا، شراب نوشی کی گئی، موسیقی بجائی گئی، ناچ گانے کا اہتمام کیا گیا، اور رات ٹھیک بارہ بج کر ایک منٹ پر تمام لوگوں نے آپس میں ایک دوسرے کو happy new year کہہ کر مبارکبادیاں دیں، خوشیاں منائیں، اور اس طرح اس فتنہ کا آغاز ہوا، جو ہر سال ترقی کرتا گیا۔

آئندہ سال ۳۱ دسمبر کو جونیئر آفسروں نے اپنے سینیر آفیسروں سے اس بے ہودہ رسم میں شرکت کرنے اور خوشی کے اظہار کے لئے چند رقاص عورتوں کا مطالبہ کیا، سینئر آفیسروں نے ان کی اس خواہش کو ضرورت کا تقاضہ سمجھ کر ساحل سمند سے چند فاحشہ قسم کی عورتوں کو منگوا کر ان جونیئر آفیسروں کو پیش کر دیا۔ پھر یوں ہوا کہ ٹھیک بارہ بجے جہاز کی روشنی گل کر دی گئی، جس سے تمام مسافرین کی چیخیں نکل گئیں اور پھر یکا یک جہاز کو روشن کیا گیا۔ اور جہاز کے بڑے کمانڈر نے ہاتھ میں مائک لے کر تمام مسافرین کو نئی سال کی ''ہیپی نیو ائیر'' کہہ کر مبارکباد پیش کی، اور تمام لوگوں نے خوشی خوشی تالیاں بجا کر اس کا شکریہ ادا کیا، اس کے بعد والے سال اس قبیح رسم میں مزید اضافہ ہوا کہ شادی شدہ لوگ اپنی بیویوں، منگیتروں اور زنانہ دوستوں یعنی ''گرل فرینڈ'' کو ساتھ لے کر اسکاٹ لینڈ کے ''اناڈین'' ساحل پر جمع ہوئے، کچھ کنواری نوجوان لڑکیاں بھی وہاں جمع ہوئیں، جو اپنے آپ کو کنوارے اور اکیلے آنے والے نوجوان لڑکوں کے سپرد کرتیں۔

جہاں شہنائیاں، ڈھول، تاشے، باجے اور ناچ گانوں کا سلسلہ شروع ہوا، پھر اس طرح بے حیائی، بے غیرتی، فحاشی، بدکاری، وزناکاری کے ساتھ ہیپی نیوائیر کا انسانیت سوز، ایمان

سوز، اور اخلاق سوز فتنہ پروان چڑھتا گیا، گویا عدم سے وجود میں آ کر عروج کو پہونچا، ایک معمولی اندازے کے مطابق اسلام دشمن قومیں اس بے ہودہ رسم ''نیوائیر نائٹ'' کے موقع پر ہر سال ۱۷ ارب ڈالر کی شراب نوشی ۶۰۰ ارب ڈالر کی موسیقی اور تمام مقام جشن کی زیبائش وآرائش اور فاحشہ اور رقاص عورتوں کے لئے کئی ارب ڈالر صرف کرتی ہیں، اور بے شمار ارب ڈالر کی آتش بازی بھی کی جاتی ہے، آج دنیا کے بیشتر ممالک شمسی سال نو کے آغاز پر ''نیوائیر نائٹ'' کے عنوان سے اس فحش فتنہ کو فروغ دے رہے ہیں، اور دنیائے انسانیت کے لئے ہزار ہا برائیوں اور منکرات کا دروازہ کھول رہی ہیں۔

یاد رہے کہ یہ امریکیوں اور عیسائیوں کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک خطرناک سازش ہے، جس کا مقصد صرف اور صرف مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات سے دور کرنے اور مذہبی روایات سے ہٹا کر ان کی شناخت اور تشخص کو تہس نہس کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

دنیا کے مختلف ممالک میں استقبال کے نت نئے انداز

نئے سال کی آمد پر دنیا کے مختلف ملکوں میں خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے، اور اس کے لئے مختلف ملکوں میں مختلف اقوام کے لوگ الگ الگ انداز سے نئے سال کا جشن مناتے ہیں، جس میں بعض اوقات تو ان کے اپنے کلچر، اپنی تہذیب وثقافت کی جھلک نمایاں ہوتی ہیں، جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، بلکہ یہ سب روایات اور رسومات توہم پرستی کے زمرہ میں آتی ہیں۔

امریکہ کے ٹائم اسکوائر کی گھڑی جیسے ہی رات کے گیارہ بجکر ۵۹ منٹ کا اعلان کرتی ہے، نئے سال کی آمد کا شور مچ جاتا ہے، دنیا بھر کے مختلف لوگ اپنے اپنے معیاری وقت کے مطابق نئے سال کے آنے پر جشن مناتے ہیں اور نئے سال کا کھلے دل کے ساتھ خیر مقدم کرتے ہیں آئیے دیکھئے کہ دنیا کے مختلف ملکوں میں نئے سال کو کس طرح خوش آمدید کہا جاتا ہے۔

نیویارک اور کیلی فورنیا

نیویارک شہر کے ٹائمز اسکوائر میں نصف رات تک الٹی گنتی گننا مشہور روایت ہے، یہاں ہزاروں افراد وقت مقررہ پر ایک رخ دار کرسٹل کے گیند کو گرتے ہوئے دیکھنے کے لئے اکھٹے ہوتے ہیں۔

یہ روایت 1907ء میں شروع ہوئی۔لوگ نئے سال کو خوش آمدید کہنے کے لئے ایک لوک دھن کے ساتھ مشہور سکاٹش شاعر رابرٹ برنز کا نغمہ،اولڈ لینگ سائن،گاتے ہیں ،نئے سال کی خوشی شیمپین شراب سے جام صحت نوش کرنا ایک مشہور روایت ہے۔

ایک اور روایت نئے سال کے دن کیلی فورنیا کے شہر پلیسیڈ میں 1890ء کے بعد سے ہر سال منائے جانے والی ''گلابوں کے ٹورنامنٹ کی پریڈ'' کے بعد عام طور پر کالجوں کے طلباء کے درمیان ''روز ہاؤل'' نامی اسٹیڈیم میں فٹبال کا مقابلہ ہوتا ہے،ٹیلی ویژن پر اس پریڈ اور کھیل کو دیکھنا نئے سال کا کافی پرانا مشغلہ ہے،یورپ ،ایشیاء،افریقہ اور لاطینی امریکہ کے تارکین وطن کی متنوع ثقافتوں سے اپنائی گئی۔

روایتیں نئے سال کی خوشیوں کو دوبالا کرتی ہیں،ان سے پورے ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں سب لوگ محظوظ ہوتے ہیں۔کچھ کمیونٹیوں میں سالِ نو کے دن پیدا ہونے والے بچہ کو تحائف اور ابلاغ عامہ پر شہرت سے نوازا جاتا ہے۔نئے سال کو اکثر ایک ایسے چھوٹے بچے کی علامت سے ظاہر کیا جاتا ہے،جس نے صرف ایک جانگیہ (ڈائپر) تہوار منانے والی ٹوپی اور کمر بند پہنا ہوتا ہے۔جس پر نئے سال کا سن چھپا ہوتا ہے،اس کے برعکس گذرے ہوئے ''پرانے سال'' کو ایک چوغہ پہنے ہوئے سفید داڑھی والے بوڑھے شخص نے ایک ہاتھ میں ریت والی گھڑی اور دوسرے ہاتھ میں درانتی پکڑی ہوئی ہوتی ہے،ہانگ کانگ،دبئی،سنگاپور اور شنگھائی کی نئے سال کی آمد پر کی جانے والی آتش بازی پوری دنیا میں مشہور ہے اور دنیا کے کئی ملکوں سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ صرف یہ آتش بازی اور آسمان پر کی جانے والی رنگ برنگی روشنیوں کی برسات دیکھنے کے لئے ان ملکوں کا رخ کرتے ہیں۔

ہانگ کانگ

ہانگ کانگ میں ''وکٹوریا ہاربر'' (جس کا موازنہ نیویارک کے ٹائمز اسکوائر سے کیا جاتا ہے) سنگاپور میں ''مرینہ بے'' اور دبئی کا برج خلیفہ بلڈنگ اس حوالے سے پوری دنیا میں شہرت رکھتے ہیں۔چین میں نئے سال کی آمد کو چینی علم الاعداد کے مطابق مختلف جانوروں سے منسوب کیا جاتا ہے، جیسے سانپ، کتا، خنزیر، گھوڑا، اور خیالی ڈرائیگن وغیرہ۔

تھائی لینڈ

تھائی لینڈ میں سال نو کے تہوار کو congener کہا جاتا ہے،نئے سال کی آمد پر یہاں کے باسی ایک دوسرے پر دل کھول کر پانی پھینکتے ہیں۔اس کا مقصد نئے سال کی نیک خواہشات کا اظہار کرنا اور گزرے سال کی ناکامیوں اور غلطیوں کو دھونا ہوتا ہے۔

برازیل

فٹبال کے متوالے برازیل کے رہنے والوں کا عقیدہ ہے کہ اگر آپ آنے والے اس نئے سال میں نقصان پہنچانے والی گندی اور خراب روحوں سے بچنا چاہتے ہیں تو نئے سال کی شام کا استقبال سفید لباس کے ساتھ کریں،اگر آپ نے اس شام کو مکمل طور پر سفید لباس زیب تن کیا تو سمجھ لیں کہ نئے سال میں کوئی بھی بد روح آپ کو نہیں ستائیگی۔

آپ کی سفید یونیفارم تمام گندی روحوں کو آپ کے قریب بھی نہیں بھٹکنے دے گی،یہ تو ایک چیز ہوئی۔مگر اس حوالے سے برازیل کی دوسری انوکھی روایات میں یہ روایت بھی شامل ہے کہ اس شام کو لوگ پہلے سے سمندر کے کنارے جا کر کھڑے ہو جاتے ہیں، ان کا خیال ہوتا ہے کہ اگر انہوں نے سات سمندروں کی لہروں میں چھلانگ لگائی تو نیا سال ان کے لئے خوش بختیاں لائے گا یہ لوگ پہلے سے تیار ہوتے ہیں۔

جب گھڑی میں بارہ بجنے میں چند سیکنڈ باقی ہوتے ہیں تو لوگ سمندر کی لہروں میں

چھلانگ لگا دیتے ہیں اور جب وہ ڈبکی لگا کر سمندر کے پانی سے سر باہر نکالتے ہیں تو گویا وہ نئے سال میں داخل ہو چکے ہوتے ہیں۔اس طرح وہ خود کو برائیوں سے پاک صاف کر لیتے ہیں ویسے برازیل کے لوگ سمندر میں تازہ پھول اور گلدستے پھینک کر بھی نئے سال کو خوش آمدید کہتے ہیں۔

چلّی

چلی کے لوگ نئے سال کی آمد کا تہوار بڑے عجیب وغریب انداز سے مناتے ہیں۔یہ لوگ آدھی رات کے قریب یعنی بارہ بجے سے چند سیکنڈ پہلے ایک چمچا بھر مسور کی دال یا مختلف بیج کھاتے ہیں،اس کے ساتھ ایک کام اور بھی کرتے ہیں،یہ لوگ اپنے جوتے کے تلے میں بہت رقم بڑے اہتمام سے رکھ دیتے ہیں،ان کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ عمل کرنے سے اگلے بارہ ماہ تک انہیں روپے پیسے کی کوئی کمی یا پریشانی نہیں ہوتی۔چلّی کے جو لوگ چیلنج قبول کرنے کے شوقین ہیں اور خطرات سے کھیلنا جانتے ہیں وہ نئے سال کی آمد کے موقع پر رات کا یہ خاص حصہ کسی قبرستان میں گزارتے ہیں،اور وہاں گھنٹی بجا کر اپنے ان محبوب لوگوں کو بتاتے ہیں کہ نیا سال آگیا ہے۔

چین

کہتے ہیں کہ دنیا میں چین وہ ملک ہے جس نے سب سے پہلے بارود یا آتش گیر مواد ایجاد کیا تھا،اس لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ نیا سال آئے اور اہل چین اس خوشی کے موقع پر آتش بازی کا مظاہرہ نہ کریں۔چنانچہ اس ملک میں نئے سال کی آمد کے موقع پر زبردست آتش بازی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے،اور آسمان نصف شب کو مختلف رنگوں سے منور ہو جاتا ہے۔

اہل چین نئے سال کی آمد کے موقع پر ایک اور خصوصی کام بھی کرتے ہیں۔جو ان کا لازمی رواج بن چکا ہے،یہ لوگ یعنی یہاں کے مرد،عورت،بوڑھے،اور جوان سبھی سرخ لباس زیب تن کرتے ہیں سرخ غباروں اور اسی رنگ کی آرائشی چیزوں سے اپنے گھروں، بازاروں،گلیوں،دکانوں،اور عمارتوں کو سجاتے ہیں،اس رات کو بچوں کو سرخ رنگ کے

لفافوں میں کچھ رقم بطورِ انعام دی جاتی ہے جسے بچے اپنے لئے نیک شگون قرار دیتے ہیں، ان کے عقیدہ کے مطابق یہ رقم ان کے لئے خوشی اور خوش حالی لاتی ہے،مگر یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ دوسرے ایشیائی ملکوں کی طرح چین نئے عیسوی سال کی آمد بڑے اہتمام سے تو مناتے ہیں مگر ساتھ ہی یہ اپنے چینی قمری سال کی آمد کے موقع پر بھی زبردست جشن مناتے ہیں،جس سے انہیں دو سال یعنی قمری اور عیسوی سال منانے کا موقع مل جاتا ہے اور ان کا لطف دوبالا ہو جاتا ہے۔

کیوبا

کیوبا کے لوگوں کا ایک عجیب سا عقیدہ ہے۔ان کا کہنا ہے کہ اگر دورانِ سفر کسی بھی مسافر کو کوئی زہریلا کیڑا یا سانپ وغیرہ کاٹ لے تو اس سے بچاؤ کا طریقہ بہت آسان ہے،کیوبا کے روایتی معالج اپنے لوگوں کو یہ ہدایت دیتے ہیں کہ جیسے ہی نئے سال کی آمد کا اعلان ہو۔یعنی رات کے بارہ بجے۔ایک سوٹ کیس سے اپنے گھر کے اطراف ایک خیالی یا تصوراتی دائرہ بنا دیں،یہ ایک حفاظتی حصار ہے،اگر آپ نے یہ بنا دیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اب سال بھر نہ تو کوئی زہریلا سانپ یا کیڑا ہی آپ کو کاٹ سکتا ہے اور نہ ہی سال بھر آپ کے دوسرے ملکوں کے سفر کے دوران کوئی رکاوٹ پیش آئے گی،اور غیر ملکی سفر کے بہت سے مواقع ملیں گے،بعض لوگ اس سلسلے میں قدیم روایات پر بھی عمل کرتے ہیں۔یہ لوگ جب نصف شب کو نیا سال آ رہا ہو،اپنے گھروں کی صفائی کرتے ہیں،اسے جھاڑو لگاتے ہیں،اور کھڑکیوں میں کھڑے ہو کر باہر پانی پھینکتے ہیں تاکہ گھر کے اندر کی بلائیں باہر نکل جائیں اور سال بھر پلٹ کر نہ آئیں،اس طرح یہ لوگ اپنے گھروں کو موجودہ سال کے لئے صاف اور محفوظ بنا لیتے ہیں۔

ڈنمارک

ڈنمارک کے لوگ نئے سال کی آمد کے خاص موقع پر اپنے دوستوں اور پڑوسیوں کے ساتھ بہت ہی خاص انداز سے محبت اور پیار کا اظہار کرتے ہیں،جسے پڑھ کر آپ یقینی طور

پر ہنسیں گے یہ لوگ ان کے گھروں اور مکانوں کی دیواروں پر پلیٹیں اور گلاس پھینکتے ہیں جو ان سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں، یہ تو نئے سال کی آمد کا عام رواج ہے، مگر ایک اور خاص طریقہ یہ ہے کہ نصف شب کے قریب یہ لوگ ایک کرسی رکھ کر اس پر کھڑے ہو جاتے ہیں، اور جیسے ہی گھڑی کی سوئیاں رات کے بارہ بجنے کا اعلان کرتی ہیں، اور نیا سال شروع ہوتا ہے تو یہ اپنی کرسیوں سے نیچے فرش پر چھلانگ لگا دیتے ہیں اور اس طرح بڑے پر جوش انداز میں نئے سال میں قدم رکھ کر یہ اعلان کرتے ہیں کہ وہ سال بھر اسی طرح ہر کام کریں گے، اور کسی سے نہیں ڈریں گے۔

ایکواڈور

ایکواڈور میں نئے سال کی آمد بڑے ہی عجیب وغریب انداز سے منائی جاتی ہے۔ یہ لوگ اس موقع پر اپنے سیاست دانوں کے پتلے تو جلاتے ہی ہیں، ساتھ ہی اس موقع پر فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے مخالفین کے پتلے بنا کر انہیں بھی نذر آتش کرتے ہیں، اس کے علاوہ بعض لوگ اپنے ناپسندیدہ لوگوں کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرتے ہیں۔

گویا اس ملک میں گزرے سال کے آخری لمحات اور آنے والے سال کی ابتدائی گھڑیوں میں لوگ اپنے دل کی بھڑاس نکال کر آسمان کو روشن کر دیتے ہیں، اور خوش ہوتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ناپسندیدہ لوگوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس طرح ایکواڈور کے لوگ گزشتہ سال کی منفی توانائی، منفی سوچ اور جذبے سے نجات حاصل کر لیتے ہیں تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ لگ بھگ اسی انداز سے پنامہ، پیراگوئے اور کولمبیا میں بھی لوگ نئے سال کا خیر مقدم کرتے ہیں، ان ملکوں میں اس موقع پر ایک اہم کام بھی کیا جاتا ہے، جو لوگ اپنے مخالفین یا سیاستدانوں کے پتلے جلانا پسند نہیں کرتے وہ اپنے گھر میں تھوڑی بہت رقم اس طرح چھپا دیتے ہیں کہ کوئی اسے تلاش نہ کر سکے، ان کا عقیدہ یہ ہے کہ گھر میں چھپائی گئی یہ رقم انکے لئے سال بھر کی خوشی لاتی ہے۔

جرمنی

چائے کی پتی بھی مستقبل کا پتہ دیتی ہے، جرمنی کے لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ نیا سال ہمیں مستقبل کی جھلک دکھاتا ہے، نئے سال کی آمد کے موقع پر یعنی نصف شب کو اہل جرمنی ایک چائے کی پتی ڈال کر اسمیں پانی ڈالتے ہیں اور پھر اس میں جھانکتے ہیں تو انہیں مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کی جھلکیاں دکھائی دے سکتی ہیں، ایسا ہی کچھ آسٹریلیا میں بھی ہوتا ہے، کچھ لوگ ایک چمچہ سیسہ ٹھنڈے پانی میں ڈالتے ہیں تو جو شکل بنتی ہے، وہ مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کی ترجمانی کرتی ہے، ویسے جرمنی کے لوگ نئے سال کی آمد کے موقع پر ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر اپنے پسندیدہ پروگرام دیکھتے ہیں۔

یونان

یونان میں نئے سال کی آمد پر خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے، اس اہم موقع کے لئے یہ لوگ خصوصی طربیہ نغمات تیار کرتے ہیں، یہ تمام خوشی کے گیت بچے گاتے ہیں، جس کے بدلے میں ان کے بڑے، ان کے پڑوسی اور ان کے خاندان کے لوگ انہیں انعامی رقم بھی دیتے ہیں، اس رقم کی ان کی نظر میں بڑی اہمیت ہوتی ہے، اور یہ بچے اسے سال بھر سنبھال کر رکھتے ہیں، کیونکہ یہ ان کے لئے خوش بختی کی علامت ہے، اہل یونان نئے سال کا خیر مقدم کھلی آنکھوں سے کرتے ہیں، جیسے ہی کاؤنٹ ڈاؤن شروع ہوتی ہے تو اہل یونان اپنے گھروں، بازاروں کی لائٹس بند کر دیتے ہیں، تاکہ نئے سال کو اپنی کھلی اور تازہ آنکھوں سے اترتے دیکھیں، جسکے بعد تمام لائٹس آن ہو جاتی ہیں تو پرانے سال کا نام ونشان باقی نہیں ہوتا، جبکہ نیا سال پوری آب وتاب کے ساتھ آچکا ہوتا ہے، اس اہم ایونٹ کی قدیم روایت vasilopta ہے۔

یہ ایک کیک ہے جو خاص طور پر اسی موقع کے لئے تیار کیا جاتا ہے، اس کیک کے اندر کوئی سکہ یا کوائن یا کوئی چھوٹی سی چیز چھپی ہوتی ہے، جس فرد کے حصہ میں کیک کا وہ حصہ

آتا ہے، جس میں سکہ چھپا ہوتا ہے، اسے بہت خوش قسمت سمجھا جاتا ہے کہ آنے والا سال اس کے لئے اپنے ساتھ بہت سی کامیابیاں لایا ہے۔

نیدرلینڈ۔ یا۔ ہالینڈ

ہر بار نئے سال کی آمد کے موقع پر ہر ولندوزی کاربائیڈ شوٹنگ کے ایونٹ میں ضرور شریک ہوتا ہے، اس میں دودھ کے ڈبوں میں کیمیکل ڈال کر پہلے ہلایا جاتا ہے اور اسکے بعد اسے ہلکے دھماکے سے اڑایا جاتا ہے، مگر چونکہ یہ کسی حد تک خطرناک بھی ہوتا ہے، اس لئے ہالینڈ کے متعدد شہروں میں اس رسم پر پابندی عائد ہے، اس کے باوجود نوجوان اس موقع پر اس کاربائیڈ شوٹنگ سے لطف اندوز ہونے سے باز نہیں آتے، لیکن ہالینڈ کے اکثر لوگ اس کو پسند نہیں کرتے مگر چونکہ اس موقع پر جشن تو منانا ہے۔

چنانچہ اکثر شوقین لوگ اس موقع پر سمندر کا رخ کرتے ہیں جہاں وہ اس سرد موقع پر سوئمنگ کے مختصر لباس میں نہ صرف منجمد کرنے والے پانی میں غوطہ خوری کرتے ہیں، بلکہ شمالی سمندر کی سرد لہروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نئے سال کا استقبال اس جرأت سے کرتے ہیں کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے ہیں گویا ہالینڈ کے لوگ آنے والے نئے سال کو جرأت و بہادری کے حوالے سے وقف کرتے ہیں۔

فلپائن

اگر نیا سال کسی نئے انداز کے فیشن سے شروع کیا جائے تو یہ ایک اچھی علامت ہوتی ہے، فلپائن کے لوگ ہر نئے سال کی آمد ایک خاص انداز سے مناتے ہیں، وہ اس موقع کے لئے مخصوص لباس زیب تن کرتے ہیں جن پر گول گول سے ڈیزائن ہوتے ہیں اس مخصوص شام کو وہ اپنی جیبوں میں گول سکے بھی رکھتے ہیں، کیونکہ گول ڈیزائن انہوں نے اس ایونٹ کے لئے خاص کیا ہوا ہے۔

اہل فلپائن نے گول ڈیزائن کو خوشی اور خوش حالی کی علامت قرار دے رکھا ہے، اس

لئے بعض فیملیاں اور افراد تو اس موقع پر گول پھل جیسے سنترے اور گریپ فروٹ (چکوترے) کھاتے ہیں، گول پھل سجاتے ہیں، اور گول ڈیزائن کے پرچم اور جھنڈیاں اپنے گھروں پر لگاتے ہیں۔

روس

روس میں نئے سال کے حوالے سے ایک دل چسپ رواج ہے، ہوتا یہ ہے کہ اگر کسی کے دل میں کوئی ایسی خواہش ہے جسکے لئے وہ چاہتا ہے کہ یہ جلد از جلد پوری ہو، اس کا کوئی خواب شرمندہائے تعبیر نہ ہو تو وہ نئے سال کے موقع پر یہ کرتا ہے کہ اپنی اس خواہش کو کسی کاغذ پر لکھ کر اس کاغذ کو جلاتا ہے، اور اس کی راکھ شمپین کے ایک گلاس میں ڈال کر اسے غٹا غٹ پی جاتا ہے۔

روسی نئے سال کی آمد کے موقع پر اپنی ادھوری اور تشنہ خواہش کی تکمیل کے لئے ایسا ہی کرتے ہیں، نئے سال کی روایتی تقریبات میں نئے سال کا درخت بھی شامل ہے، جسے خصوصی اہتمام سے سجایا اور سنوارا جاتا ہے۔

اس موقع پر سانتا جیسی ایک فیگر بھی آتی ہے، ڈیڈ موروز اصل میں فروسٹ یا انجماد کا دادا ہے، برف جیسی سفید ڈاڑھی والا یہ بوڑھا اپنی پوتی snegyrohka کے ساتھ آتا ہے، یہ لڑکی برف کی خادمہ کہلاتی ہے، دونوں دادا پوتی مل کر بچوں میں تحفے تقسیم کرتے ہیں۔

اسکاٹ لینڈ

اسکاٹ لینڈ کے لوگوں کو تحفے دینے کا ریز ہے، یہ لوگ اپنے دوستوں اور اپنے رشتہ داروں کو بہانے بہانے سے تحفہ دیتے ہیں، اور اس حوالہ سے کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، نئے سال کے موقع پر اسکاٹ لینڈ میں ایسا ہی ہوتا ہے، اگر آپ اپنے کسی دوست یا رشتہ دار کے ہاں اس وقت پہنچتے ہیں جب نیا سال اپنی آمد کی گھنٹی بجا رہا ہوتا ہے تو میزبان آپ کے سامنے بچھ جائیں گے اور آپ کی خاطر مدارات میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں

گے،لیکن چونکہ آپ اس گھر میں نئے سال میں داخل ہونے والے پہلے فرد قرار پائے،اس لئے آپ پر لازم ہے کہ اپنے میزبانوں کے لئے تحفے تحائف ضرور لے جائیں،لیکن یہ تحفے زیادہ قیمتی نہیں ہونے چاہئے،بلکہ کم قیمت اور چھوٹے ہوں۔

مگر ان سے محبت کا اظہار ہوتا ہو۔مثال کے طور پر ان تحفوں میں ڈبل روٹی بھی ہوسکتی ہے،اور وہسکی بھی۔اسکاٹ لینڈ کے لوگ نئے سال کا خیر مقدم آتش بازی سے بھی کرتے ہیں،جو یہاں کی قدیم روایت ہے۔

جنوبی افریقہ

اگر آپ جنوبی افریقہ میں رہتے ہیں،اور پیدل چلنے کے شوقین ہیں تو نئے سال کی آمد کے موقع پر ذرا محتاط رہیں،کیوں کہ اس ملک کے شہر جوہانسبرگ میں ایک عجیب سی روایت ہے۔

جوہانسبرگ کے لوگ نئے سال کی آمد کے موقع پر اپنا پرانا فرنیچر بجلی کی مصنوعات جیسے: ریڈیو،ٹی وی وغیرہ اٹھا کر بڑی بے پرواہی کے ساتھ گھروں کی کھڑکیوں میں سے باہر سڑکوں پر پھینک دیتے ہیں،انہیں اس بات کی کوئی فکر نہیں ہوتی کہ یہ سامان کسی کو نقصان بھی پہنچا سکتا ہے،گویا جنوبی افریقہ کے لوگ نئے سال کے آنے سے پہلے پرانی چیزوں سے نجات پانا پسند کرتے ہیں،اور نئے سال میں نئی چیزیں خریدتے ہیں،تاکہ نیا زمانہ ان کے لئے خوشیاں لائے۔

اسپین

اسپین اور اسپینی زبان بولنے والے دوسرے ملکوں میں نئے سال کی آمد بڑے خاص انداز سے منائی جاتی ہے،اس روز نصف شب کو بارہ انگور کھانا یہاں کی قدیم روایت ہے،بارہ انگور بارہ مہینوں کی ترجمانی کرتے ہیں،اور انہیں کھانے کا مقصد یہ ہے کہ آنے والے سال کا ہر مہینہ ان کے لئے خوش بختی لائے گا،یہ بارہ انگور بھی بڑے اہتمام اور سلیقے سے کھائے جاتے ہیں۔اس موقع پر رات کے بارہ بجے جب نیا سال بارہ گھنٹوں کے ساتھ اپنی

آمد کا اعلان کرتا ہے تو اس کی ہر گھنٹی پر ایک انگور کھانا ہوگا،واقعی بہت دلچسپ روایت ہے۔

نیو ائیر نائٹ کی خرابیاں

نیا سال اور فضول خرچی

کچھ دنوں پہلے بعض عرب ممالک میں ایک اونٹ کی نیلامی کی خبریں سوشل میڈیا پر گشت کر رہی تھیں کہ ملینوں ڈالر میں اسے نیلام کیا گیا،ایک سیاسی قائد وملکی سربراہ کا شرٹ ملینوں ڈالر میں فروخت ہوا،بقرعید میں قربانی کے جانوروں میں ایک بکرا یا مینڈھے کی بولی لاکھوں روپئے لگی، ایک لڈو لاکھوں روپیوں میں بکا، اسی سے متعلق بعض عرب اخبارات میں ایک مضمون بھی شائع ہوا تھا،جس میں صاحب قلم نے بجا طور پر شکایت کی ہے کہ لوگ کس طرح دوسروں کو بے وقوف بناتے اور ان کے جیبوں سے محض چند روزہ ناموری کے لئے بھاری بھاری رقمیں نکال لیتے ہیں،اس طرح کے فریب میں وہی مبتلا ہوتے ہیں جو نام ونمود کے دلدادہ، سستی شہرت کے خواہاں، دولت وثروت کے مظاہرے کے متمنی اور اپنے آپ کو بڑے دولت مندوں وسرمایہ داروں کی صف میں شمار کرنے کے خواہاں رہتے ہیں،ایسے خفیف العقل یا بے وقوف لوگ کسی معقول وجہ کے بغیر ہی محض دکھاوے کے لئے ہی اسراف وفضول خرچی میں سارے حدود پار کر جانے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ بھی کسی اہم مقصد اور عظیم مقصد کے لئے نہیں بلکہ نہایت معمولی وغیر اہم کام کے لئے جس کا نہ کوئی خاص مقصد ہے اور نہ وہ کسی کے لئے مفید وکارآمد اور اس سے نہ دنیا میں کوئی بھلا ہونے والا ہے اور نہ آخرت میں، بھلا یہ کوئی معقول بات ہے کہ ایک بکرا جس کی قیمت دس بیس ہزار سے زائد نہ ہوا سے لاکھوں میں اور ایک اونٹ کو ملینوں ڈالر میں اور گاڑی کی خاص نمبر پلیٹ کو لاکھوں میں خریدا جائے،اس طرح کی فضول خرچی یا بے عقلی وحماقت ہمیں دعوت فکر دیتی اور سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ آج ہندوستان ہی نہیں بلکہ ساری دنیا میں لوگ کسمپرسی میں زندگی بسر کر رہے ہیں ہمارے کروڑوں مسلم باشندے عورت ومرد، بوڑھے بچے کیمپوں میں

رفیوجی کی زندگی بسر کر رہے ہیں ہمارے بھائی کھلے آسمانوں کے نیچے سخت ٹھنڈک و گرمی کے عالم میں شب و روز گذار رہے ہیں اور کروڑوں مسلمان اس ملک میں بھی اور دنیا کے دوسرے ملکوں میں بھی نان شبینہ کے محتاج اور دانے دانے کو ترس رہے ہیں، اس صورتحال کے باوجود ہمارے اندر دکھاوے کا یہ عالم ہے کہ ہم محض دکھاوے کے لئے لاکھوں یوں ہی پھینک رہے ہیں، جیسے ان کے پاس دولت کا انبار لگا ہو اور یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کہاں خرچ کریں؛ ایسا محسوس ہوتا ہے انہیں اپنے انجام کار کی کوئی پرواہ نہیں وہ سمجھتے ہیں کہ شاید ہم سے اس کے بارے میں پوچھ ہوگی ہی نہیں؛ حالانکہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ہے :
’’قیامت کے دن حساب وکتاب کے وقت بندے کا قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹے گا جب تک اس سے چار چیزوں کے بارے میں باز پرس نہ کیا جائے اور اس میں سے ایک مال ہے کہ کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا‘‘۔

نئے سال پر 7 منٹ میں ۶۳ کروڑ کی آتش بازی

دبئی کے حکمرانوں کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ وہ دنیا کی ہر بڑی چیز اپنے چھوٹے سے جزیرے میں سمو دیں چاہے وہ دنیا کی سب سے بڑی عمارت ہو یا دنیا کا سب سے بڑا شاپنگ سنٹر ہو یا دنیا کا سب سے بڑا انسانی ساختہ جزیرہ ہو کچھ دنوں قبل دبئی کو ایک اور بڑا اعزاز اس وقت حاصل ہوا جب اس نے دنیا کی آتش بازی کا یہ مظاہرہ نئے سال کے موقع پر کیا جس میں چند منٹوں میں ۵ر لاکھ سے زائد فائر ورکس فضاء میں چھوڑے گئے اس طرح گنیز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں شامل کرلیا۔ دبئی کو قدامت پسند خطے کا جدید ترین شہر قرار دیا جاتا ہے، جہاں ۲۰۰ سے زائد ممالک کے باشندے مقیم ہیں گذشتہ چند برسوں سے دبئی کو نئے سال کے آغاز کے موقع پر آتش بازی اور دیگر تفریحات کے حوالے سے عالمی شہرت حاصل رہی ہے ،حالیہ آتش بازی کا ٹھیکہ امریکہ کی معروف کمپنی گروچی کو دیا گیا تھا کمپنی نے ۱۰ مہینوں کی انتھک محنتوں سے آتش بازی کے اس مظاہرہ کو مرتب کیا تھا جس پر تقریباً ۶ ملین ڈالر (۶۳ رکروڑ روپئے) کی لاگت آئی تھی اس طرح نئے سال کی آمد پر ۳۱ رڈسمبر

سنہ ۲۰۱۶ء کی درمیانی شب ۲۰۰ رٹینکر نے ۱۰۰ کمپوٹروں کی مدد سے ۵ لاکھ سے زائد فائر ورکس فضاء میں چھوڑے جس سے دنیا کے سب سے بلند ترین ٹاور برج الخلیفہ سے لے کر انسانی ساختہ پام آئی لینڈ کا پورا جزیرہ جگمگا اٹھا اور ایسا لگنے لگا کہ جیسے سمندر میں سورج نکل آیا ہو ۶ر منٹ تک جاری رہنے والی اس آتشبازی نے رات میں بھی دن کا سماں پیدا کر دیا تھا پہلے منٹ میں ایک لاکھ سے زائد فائر ورکس فضا میں چھوڑے گئے جس نے ۲۰۱۲ میں کویت کی ۵۰ ویں سالگرہ کے موقع پر ایک منٹ میں ۷۷ ہزار ۲۴۲ فائر ورکس فضا میں چھوڑنے کے عالمی ریکارڈ کو توڑ دیا جس کے بعد یکے بعد دیگرے مزید ۴ر لاکھ فائر ورکس فضاء میں چھوڑے گئے آتش بازی کو دیکھنے کے لئے دنیا بھر سے لوگ خصوصی طور پر دبئی پہنچے تھے جن میں خلیجی ممالک بالخصوص سعودی عرب کے ہزاروں افراد شامل تھے اس دوران متحدہ عرب امارات کے ہوٹلوں میں کوئی کمرہ خالی نہ تھا جبکہ بڑے ہوٹلوں نے اپنے کرائے کئی گنا بڑھا رکھے تھے جہاں کوئی کمرہ ۵۰۰۰ ڈالر (۵۲ ہزار روپئے) یومیہ سے کم میں دستیاب نہ تھا۔ آتش بازی دیکھنے کے لئے دوپہر سے ہی لوگ گاڑیوں میں آتشبازی کے مقامات کی طرف آنا شروع ہو گئے تھے۔

گھڑی نے جیسے ہی نصف شب میں ۱۲ بجائے گویا آسمان پر رنگ و روشنیوں کا سیلاب امڈ آیا اور آتش بازی نے رات میں بھی دن کا سماں پیدا کر دیا تھا جس سے دنیا کی بلند ترین ۱۶۳ منزلہ عمارت جگمگا کر نہایت دلفریب منظر پیش کر رہی تھی۔

یہ سب کچھ ایک اسلامی ملک میں ہو رہا ہے جسے امریکی کمپنی نے آتش بازی کا مہنگا ترین شو یہ کہہ کر فروخت کیا تھا کہ اس آتش بازی کو چاند سے بھی دیکھا جاسکتا ہے، اور اس سے دبئی ایک دوسرے اسلامی ملک کا ورلڈ ریکارڈ توڑ کر اپنا نام گینز بک آف ورلڈ میں شامل کرسکتا ہے، اس طرح یہ جانتے ہوئے بھی کہ آتش بازی پیسے کا ضیاع ہے جس کی ہمارا مذہب قطعاً اجازت نہیں دیتا صرف ۶ رمنٹ کی آتش بازی کی خاطر ۶ ملین ڈالر کی خطیر رقم آگ کی نذر کر دی گئی سرمایہ دارانہ نظام کے باعث امیر اور غریب ممالک اور لوگوں کے درمیان فاصلوں میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے ایک جانب کچھ اسلامی ممالک میں

دولت کی بہتات ہے اور وہاں محض اپنا نام گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں شامل کرنے کے لئے خطیر رقم آتش بازی کی مد میں خرچ کی جارہی ہے تو دوسری جانب پاکستان سمیت کچھ اسلامی ممالک میں غریب بے روزگاری اور بھوک وافلاس سے روزانہ کئی لوگ موت کے منہ میں جارہے ہیں۔

سرکاری اور غیر سرکاری تقریبات اور شادی بیاہ کے موقع پر لاکھوں روپئے آتش بازی کی نذر کردئیے جاتے ہیں یہ سوچے بغیر کہ آتش بازی جیسی فضول رسم پر خرچ ہونے والی رقم سے کتنے بھوکوں کو کھانا کھلایا جاسکتا تھا کتنی غریب لڑکیوں کی شادی کی جاسکتی تھی کتنے اسکول اور مدرسے قائم کئے جاسکتے تھے کتنی زندگیاں بچائی جاسکتی تھیں اور موت کے منہ میں جانے والے لاعلاج مرض میں مبتلا میک اے وش (make a wish) کے کتنے بچوں کی آخری خواہشات کو پورا کیا جاسکتا تھا۔

غور طلب امر ہے کہ آج کل کے موجودہ عرب حکمراں جو خود کو اسلام کا داعی کہتے ہیں کیا نئے سال کی آمد پر اس آتش بازی میں جس میں ۶۳ کروڑ روپئے خرچ ہوئے اس سے کئی شاندار تعلیمی ادارے قائم نہیں ہوسکتے تھے؟ اب تو شک سا ہونے لگا ہے کہ کیا دبئی حکمران جو خود کو مسلمان اور عرب روایات وثقافت کا پاسدار کہتے ہیں کہیں یہود ونصاریٰ تو نہیں؟

(روزنامہ منصف ۲۰۱۵ء)

رزق میں اسراف روزی کی ناقدری

جسطرح کی فضول خرچی اسراف اور نعمت خداوندی کی ناقدری کھانے پینے کی چیزوں میں کی جاتی ہے جبکہ بہت سے مقامات پر لوگ بھوکے مر رہے ہیں، انہیں پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے کچھ میسر نہیں، خود اپنے شہر اور اپنے صوبہ کے مختلف علاقوں میں لوگ خط غربت سے نیچے کی زندگی بسر کررہے ہیں اور دانے دانے کو ترس رہے ہیں اور ہمارے یہاں ہر روز، دعوتوں اور بغیر دعوتوں کے بھی اشیاء خوردونوش کی بڑی مقدار کچروں میں ڈالی جارہی ہیں، دس بیس آدمیوں کے لئے پچاسوں کے بقدر کھانا تیار کیا جاتا ہے اور جو بچ جاتا

ہے اسے غریب کو دینے کے بجائے کچروں میں پھینک دیا جاتا ہے، ہمارا اس طرح کا طرز عمل اور اللہ کی نعمتوں کی ناقدری غضب الٰہی کو دعوت دیتی ہے اور نعمت کے چھین جانے کا سبب بنتی ہے، کچروں میں پھینکے ہوئے لذیذ کھانوں پر جب نظر پڑتی ہے تو خوف خدا سے جسم لرز اٹھتا ہے اور دعاء نکلتی ہے "ربنا لاتؤ اخذنا بما فعل السفهاء منا" اے اللہ! ہمارے بے وقوفوں اور احمقوں کی حرکتوں پر ہماری گرفت نہ فرما، ہمارے علماء وداعیان دین اور سماجی خدمت گاروں کو چاہئے کہ وہ جس طرح جہیز اور دوسری لعنتوں اور منفی چیزوں کے خلاف شعور بیداری مہم سرانجام دیتے ہیں اس کے خلاف بھی شعور بیدار کریں تاکہ ہم اللہ کی ناراضگی سے بچ سکیں، اور نعمتوں کے چھن جانے کے عذاب میں مبتلا نہ ہوں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد : "اگر تم شکر گذاری کروگے تو بے شک میں تمہیں اور زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کروگے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے" (ابراہیم: ۷)۔

ماضی کی تاریخ سے عبرت لیں

ہمیں تاریخ اور پہلوں کے احوال سے عبرت حاصل کرنی چاہئے، ہمیں دیکھنا چاہئے کہ بہت سے مسلم ملک پہلے کیسے تھے اور اب کیسے ہوگئے ہیں، تاریخ شاہد ہے کہ صومالیہ نہایت مالدار ملک تھا اور مغرب کی نظر لگنے سے پہلے یہاں کے باشندوں کے پاس دولت کی ریل پیل تھی، یہاں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ بہت سے لوگ محض اس کی کلیجی کھانے کے لئے مینڈھے اور بکرے ذبح کرتے اور کلیجی نکال کر اسے استعمال کرتے باقی پورا کوڑے دان میں پھینک دیا کرتے تھے، کسی کی خواہش ہوتی گردا یا کوئی عضو کھانے کی تو اس کے لئے بکرا ذبح کیا جاتا اور وہ عضو نکال کر اس کے لئے تیار کیا جاتا اور پورا بکرا پھینک دیا جاتا تھا اور آج وہ کئی دہائیوں سے بھوک مری کے شکار ہیں، دانے دانے کے لئے ترس رہے ہیں اور دنیا کے انتہائی غریب ونادار ملک میں اس کا شمار ہوتا ہے، عراق والے صدام اور اس سے پہلے کے زمانہ میں کہتے تھے کہ جب تک ہمارے پاس کھجور اور پٹرول ہے ہم

غربت کا تصور نہیں کر سکتے مگر آج وہی عراق ایران وامریکہ کی نظر لگ جانے کے بعد پٹرول وکھجور رہتے ہوئے بھی فقر وافلاس میں مبتلا اور دانے دانے کو ترس رہے ہیں، ان کے پاس سامان ضروریہ تک نہیں، افغانستان، دمشق، کشمیر طرح طرح کے میووں اور پھلوں کا ملک تھا جو دنیا کے کونے کونے میں سپلائی کئے جاتے تھے اور یہاں کے باشندے خوشحال ومالدار تھے، مگر جب انہوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری وناقدری کی تو آج جنگ وجدال، خشک سالی، قحط اور فقر وافلاس میں مبتلا ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ’’اور جب ہم کسی بستی کے ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو وہاں کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں اور وہ بستی میں کھلی نافرمانی کرنے لگتے ہیں تو ان پر عذاب کی بات ثابت ہو کر رہ جاتی ہے؛ پھر ہم انہیں تباہ وبرباد کر دیتے ہیں‘‘ (الاسراء:۱۶)

وضرب اللہ مثلا قریة کانت آمنة مطمئنة یأتیها رزقها رغدا من کل مکان فکفرت بانعم اللہ فأذاقها اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون (النحل :۱۱۲)

ترجمہ : اللہ تعالیٰ اس بستی کی مثال بیان فرماتا ہے جو پورے اطمینان سے تھی، اس کی روزی اس کے پاس ہر جگہ سے چلی آرہی تھی؛ پھر اس نے اللہ کی نعمتوں کا کفر کیا تو اس نے بھوک اور ڈر کا مزہ چکھایا جو بدلہ تھا ان کے کرتوتوں کا‘‘ (بحوالہ ماہنامہ پیام:۲۰۱۶ء)

نیو ائیر نائٹ اور مسلم معاشرہ

زمانہ جس برق رفتاری سے دورِ نبوت سے دور ہوتا جارہا ہے اتنی ہی تیزی سے اسلامی ماحول ومذہبی شناخت اور ملی تشخص بھی رخصت ہو رہا ہے، نوجوان نسل اور بالخصوص عصری علوم وفنون کے دلدادہ مذہبی طور وطریق اسلامی شناخت سے بیزار اور مغربی تہذیب وثقافت کو اختیار کرنے میں فخر محسوس کرتے نظر آرہے ہیں۔

ہر شخص ہر ادارہ اس کوشش میں ہے کہ وہ خود کو مغربیت کے طور وطریق میں ڈھال

کر سرخرو ہو جائے، افکار وخیالات اعمال وکردار۔ ہر چیز میں مغربیت اس حد تک محبوب ومقبول بن چکی ہے کہ لباس مغربی، رہن سہن مغربی، تراش خراش مغربی، کردار مغربی، انداز مغربی، تہذیب مغربی، معاشرہ مغربی الغرض ہر چیز مغربی رنگ میں رنگین اور مغربی تکلفات کے بوجھ تلے دب چکی ہے، کوئی اس بوجھ کو اتارنے کے لئے تیار نہیں، بلکہ اس بوجھ کو نام نہاد جدت پسندی ترقی یافتہ طبقہ ’’ارتقاء‘‘ کا نام دیتا ہے، اور جو اس کے خلاف کرے یا مغربی مرعوبیت کو قبول نہ کرے۔ اسے قدامت پسند اور دقیانوس جیسے الفاظ سے نوازا جاتا ہے۔

گذشتہ چند سالوں سے ایک خطرناک رجحان یہ چل پڑا ہے کہ مغرب سے درآمدہ بے ہنگم، مضحکہ خیز اور اسلامی روایات سے متصادم مختلف قسم کے فضول ونامعقول تہوار اور دن منائے جانے لگے ہیں۔

پھر رفتہ رفتہ یہ منکرات ورسم ہماری مذہبی شناخت کو کھوکلا کرتی جارہی ہیں، آج مغربیت کا جنون، سر چڑھ کر بول رہا ہے، چنانچہ مغربی تہذیب کی یلغار کے نتیجے میں مسلم معاشرہ خود بھی ایسی واہیات قسم کی رسوم اور نت نئے دن اور راتیں منانے کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھنے لگا ہے (اعاذنا اللہ منہ)

پہلے یہ سلسلہ اپریل فول کی جھوٹی اور دھوکہ بازی کی بری صفت تک محدود تھا، مگر دیکھتے ہی دیکھتے کبھی ’’ویلنٹائن ڈے‘‘ تو کبھی ’’فرنڈ شپ ڈے‘‘ تو کبھی ’’ٹیچرس ڈے‘‘ تو کبھی ’’چلڈرنس ڈے‘‘ تو کبھی ’’مدرز ڈے‘‘ تو کبھی ’’برتھ ڈے‘‘ تو کبھی ’’کرسمس ڈے‘‘ کبھی ’’گڈ فرائڈے‘‘ کبھی ’’نیو ائیر ڈے‘‘ اور نیو ائیر نائٹ۔

اور نہ جانے کتنے بے ہودہ ولایعنی دن اور راتیں مغربی تہذیب کے زیر اثر مسلم معاشرہ میں آئیں ہیں، ان واہی تباہی ناموں کے ساتھ منائے جانے والے منکرات سے جہاں اسلامی پہچان متأثر ہو رہی ہے، وہیں مسلم معاشرہ پر اس کے ناگفتہ بہ اثرات پڑ رہے ہیں، اور روز بروز ان کی شدت ووسعت بڑھتی جارہی ہے۔

مذکورہ مغربی رسومات میں نیو ائیر کا فتنہ مسلم معاشرہ کو جنگل کی آگ کی طرح اپنی

لپیٹ میں لے رہا ہے، نیوائیر نائٹ (سالِ نو کا جشن واستقبال) کے نام پر اس وقت طوفان بدتمیزی وبے حیائی، فحاشی وعریانیت کا ننگا ناچ اور ہزار ہا قسم کی برائیاں فروغ پا رہی ہیں، نہ جانے اس رات کتنی جانیں ہلاکت وبربادی کے دروازہ پر دستک دیتی ہیں، کتنی ہی عصمتیں پامال کی جاتی ہیں، ہزاروں بلکہ لاکھوں کروڑوں روپئے جو حلال طریقہ سے کمائے گئے تھے۔اس رات مئےنوشی، عیش کوشی، ناچ گانوں اور رقاصاؤں پر لٹائے جاتے ہیں۔

ہر سال نیوائیر نائٹ کے موقع پر اس طرح کی بے شمار خبریں اخباروں کی زینت بنتی ہیں کہ فلاں مقام پر نیوائیر کا جشن مناتے ہوئے اتنے افراد ہلاک ہوئے، اتنے افراد مئے نوشی کی وجہ سے زخمی، اتنے نوجوان موٹر ریزنگ کرتے ہوئے شدید زخمی، اتنی رقاصائیں دیر رات تک ناچتے گاتے ہوئے گرفتار وغیرہ، بلاشبہ یہ چیزیں باعث افسوس ہیں، مگر اس سے بھی زیادہ بری اور شرمناک بات امتِ مسلمہ کیلئے تب ہوتی ہے، اور مارے شرم کے مسلم معاشرہ کا سر تب نیچے ہوجاتا ہے جب ان افعال میں شریک ہونے والے اکثروں کے نام اسلامی ہوتے ہیں۔ذرا غور کریں کہ ہم کیا کررہے ہیں اور کدھر جارہے ہیں؟۔

(ماخوذ ماہنامہ پیام سنہ ۲۰۱۵ء)

نظر سوئے دنیا قدم سوئے مرقد
کہاں جارہے ہو کدھر دیکھ رہے ہو

ہم کدھر جارہے ہیں؟

افسوس اور ہزار ہا افسوس! ان مسلمانوں پر جو اسلام دشمن قوموں کی چال کو سمجھ نہ سکے، اور ان کے مکر وفریب کے جال میں کچھ اس طرح گھر گئے کہ اس وقت کئی مسلم گھرانے بھی انکے رنگ میں رنگے چلے گئے، اور مستقل رنگین ہوتے جارہے ہیں اور یوں اپنے ہاتھوں اپنے دین کو مٹانے میں خود غیروں کا تعاون کررہے ہیں، ہر سال نیوائیر نائٹ کے موقع پر شہر کے حساس اور مسلم اکثریتی علاقوں سے ایسی خبریں سننے کو ملتی ہیں۔جس کے بعد خود ہمارا سر

مارے شرم کے جھک جاتا ہے، مسلم علاقہ میں نوجوان برقعہ پوش لڑکیاں بیکریوں سے نیوائیر کے لئے کیکس، گفٹس، اور گریٹنگ کارڈ خریدتی ہوئی دیکھی جاتی ہیں، جب ان سے پوچھا جاتا ہے تو جواب ملتا ہے کہ ”ٹائم پاس اور چھوٹے بچوں کی خوشی کے لئے کیا جارہا ہے“ بڑے بڑے شہروں کے معروف ”شاپنگ مالوں“ میں نیوائیر کے موقع پر ”مال“ کے ذمہ داران کی جانب سے ناچ گانے کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں نوجوان مسلم لڑکیوں کے والدین دور کھڑے یہ بے حیائی کا تماشہ دیکھتے ہوئے تالیاں بجا کر انہیں شاباشی دیتے ہیں اب تو ”نیوائیر نائٹ“ اور نئے سال کے جشن کی تقریب کا مسلم معاشرہ ایسا عادی ہوگیا ہے جیسا کہ کسی مذہبی تہوار کا عادی ہوا کرتا ہے۔

علاوہ ازیں بچوں کا ”برتھ ڈے“ بڑوں کی شادی ”اینورسری“ اور پچھلوں کا ڈیتھ ڈے، اس دھوم سے منایا جارہا ہے، جیسا کہ وہ کوئی کارِ خیر اور باعث ثواب عمل ہو بچوں کیلئے برتھ ڈے کیک، شادی شدہ لوگوں کیلئے سلور جوبلی اور گولڈن جوبلی، اینورسری کیک، یا ہر سال پھر فرسٹ اینورسری کی باضابطہ دعوتیں ہورہی ہیں، اب مسلم گھرانے بھی نیوائیر نائٹ کے موقع پر سارے گھر والوں کے ساتھ مل کر کیک کاٹتے اور ڈی جے وغیرہ کے ساتھ رقص وسرور کی محفلیں سجاتے ہیں، نوجوان نسل گلیوں میں یہ جشن مناتے نظر آتی ہے گویا مسلم معاشرہ کا اکثری طبقہ مغرب کی غلاظتوں میں لتھڑنے کا عادی ہوا جارہا ہے، جسے دیکھ کر لگتا ہے کہ اگلے چند سالوں میں یہود ونصاری کی نقالی اتنی عام ہوجائے گی کہ قدرت کی طرف سے کسی بڑے عذاب کے بغیر نہ چھوٹ سکے گی۔

کیوں کہ عوام الناس دین داری کی ترغیب دینے والی آوازوں سے اتنی بے توجہی برت رہی ہے اور بے دینی کی طرف اتنی شدت اور کثرت سے ان کا میلان ہورہا ہے کہ معاملہ اب داعیان دین اور مبلغین وواعظین کے بس میں نہیں رہا پھر ایسے وقت انتظار کرنا چاہئے کسی ایسی غیبی آفت کا جو مستیوں کی لذت میں گم ہوجانے والے، شہوت پرستی میں مدہوش ہونے والوں کو کان پکڑ کر سیدھا کردے چنانچہ آج ایسی غیبی آفات روز بروز

ہمارے مشاہدے میں آتی رہتی ہیں پھر بھی غفلت کا پردہ چاک کرنے کو کوئی تیار نہیں ہوتا آخر مسلم معاشرہ کو کیا ہوگیا ہے؟ کون انکو بتلائے کہ یہ سارے کام گناہ اور اللہ تعالی کے غضب کو بھڑکانے والے ہیں، یہ کیسے مسلمان ہیں؟ کہتے ہیں اسلام ہمارا دین ہے، مگر ہر معاملے میں لادینی اور اسلام مخالف قوموں کی بات مانتے ہیں، قرآن حکیم کو اللہ کی کتاب تو مانتے ہیں، مگر اس کو اپنی انفرادی واجتماعی زندگیوں میں نافذ کرنے کے بجائے صرف خوبصورت غلافوں میں لپیٹ کر طاقوں میں سجانے، تعویذوں میں گھول کر پلانے، دلہنوں کے سر پر گزارنے اور اپنے جھوٹ سچ پر دوسروں کو یقین دلانے کیلئے قسم کھانے تک محدود کر دیا ہے، ہم محمد ﷺ کو اللہ کا آخری نبی تو مانتے ہیں، مگر اس پاک ہستی کے احکامات وارشادات کو بھی بھلا بیٹھے ہیں، ہمارے معاملات روز بروز ان اسلامی تعلیمات وہدایات کے برعکس بڑھتے جارہے ہیں، جو بحیثیت مسلمان کے ہمارے لئے ضروری اور لازمی ہیں، ہم نے تو مسلمان ہوتے ہوئے بھی اللہ کی حدود کا خیال نہ رکھا، تو کیا ہم مسلمان کہلانے کے مستحق ہیں؟ سوچیں! غور کریں! اور خود جواب تلاش کریں۔

لمحۂ فکریہ

آج ہمارا معاشرہ اتنی تیزی سے مغربیت کی زد میں آرہا ہے جس کا اظہار بھی شاید صحیح معنی میں نہ کیا جاسکے، ہماری نوجوان نسل اور معصوم بچے جنہیں عیسوی سال کے تمام مہینے زبان زد ہیں، مگر یہ انتہائی افسوس کا امر ہے کہ اچھے خاصے دیندار سمجھے جانے والے مسلمان بالخصوص نئی نسل کو اسلامی تقویم کے نام تک معلوم نہیں ہے، مسلم معاشرہ مغربیت کی اندھی تقلید کرتے ہوئے کتنے ہی غلط اور ناجائز دن راتیں اور تقریبات منعقد کر رہا ہے، لیکن آج تک یہ دیکھا نہیں گیا ہیکہ دوسری اقوام اور خود اہل مغرب ہی ہمارے اسلامی تہوار مناتے ہوں، آپ کسی بھی غیر اسلامی ملک کے لوگوں کو عید الفطر مناتے ہوئے نہیں دیکھیں گے۔

ایسا ہرگز نہیں ہوتا کہ اغیار آپ کو دیکھ کر ذی الحجہ میں ’’قربانی ڈے‘‘ منائیں یا آپ کی تقلید کرتے ہوئے ایام تشریق میں بلند آواز سے تکبیر پڑھا کریں، آپ کی روش اختیار کرتے

ہوئے اسلامی رسوم ومذہبی روایات پر عمل شروع کردیں، یا کبھی ’’شب براءت نائٹ‘‘ ’’شب قدر نائٹ‘‘ ’’عیدین نائٹس‘‘ منانے لگیں، ایسا پوری دنیا میں کسی ملک یا خطہ کے غیر مسلم نہیں کرتے اور نہ کریں گے۔

لیکن یہ ضرور ہورہا ہے کہ جو کچھ وہ کررہے ہیں، ہم بھی کررہے ہیں، ہم ’’برتھ ڈے‘‘ ’’اینور سری ڈے‘‘ بھی مناتے ہیں، ویلنٹائن ڈے ’’فرنڈ شپ ڈے‘‘ بھی مناتے ہیں۔ پھر ہماری پہچان کیا ہوئی؟ ہم کس کی پیروی کررہے ہیں؟ ہمارے شعائر تو خود اللہ نے مقرر کئے ہیں۔ ہم کیوں غیروں کے شعائر اپنانے میں فخر محسوس کرتے ہیں؟

حق سبحانہ وتعالی نے ہمیں خیر امت اسلئے بنایا کہ لوگ ہماری پیروی کریں، ہمیں دیکھ کر ہمارے طریقوں پر چلیں، اور ہم ان طریقوں کو اتنا خوبصورت اور متأثر کن بنا کر پیش کریں کہ لوگ اس راستہ پر آجائیں، اسی مقصد کے تحت اللہ تعالی نے انبیاء کرام کے بعد امت مسلمہ کو اٹھایا، تاکہ انکے ذریعہ ساری مخلوق اور ساری انسانیت اس کی طرف رجوع کریں، اپنے خالق کو پہچانے، اپنے مالک کو جانے، اسکا حق ادا کرتے ہوئے شکر گزار بندے بنیں۔

لیکن افسوس! ہم تو اپنی شناخت کھوتے جارہے ہیں، ہائے ہمارے طور وطریقے، ہمارا اٹھنا بیٹھنا، ہماری پسند ناپسند کس کے مطابق ہوگئی؟ اللہ کا فرمان ہے ’’قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین‘‘ (الانعام ۱۶۲:) یعنی میری نماز، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا، سب اللہ کیلئے ہے گویا میری زندگی کی ہر ادا وہ ہوگی جو میرے رب کو پسند آئے گی، لیکن اب تو ہم نے ہر وہ ادا اختیار کرلی جس سے ہم غیروں کی نظروں میں کسی طرح بچ جائیں، اور ان کو پسند آجائیں، تھوڑی دیر کیلئے توقف کرکے سوچیں تو سہی کہ ہم روز نماز میں کھڑے ہوکر دعا مانگتے ہیں، ہمیں سیدھا راستہ دکھا ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا ہے، یعنی صحابہؓ، صدیقین، شہداء اور صالحین کا راستہ، اور ان کے راستہ سے بچا جن پر تیرا غضب ہوا اور جو بھٹک گئے ہیں، ان کا راستہ نہیں چاہئے۔

لیکن عملی زندگی میں کیا ہم واقعی ان انعام یافتہ بندوں کی زندگی کی پیروی کی کوشش

کرتے ہیں؟ یا ہم اپنی ہر چیز میں ان کی پیروی کر رہے ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے **غیر المغضوب علیھم ولاالضالین** (الفاتحہ/۷) اور **ضربت علیھم الذلة والمسکنة** (البقرة ۶۱) کے لعنت آمیز خطاب کے ذریعہ صبحِ قیامت تک ذلیل وخوار کر دیا ہے، ان سب کے بعد کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں؟ ایسے کام کر کے کیا ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت کو دعوت دے رہے ہیں؟ نبی کریم ﷺ کی بروز قیامت شفاعت کے متمنی بنے ہوئے ہیں؟ ہر گز نہیں!

یہ صرف خام خیالی ہے اور اندھیرے میں تیر چلانے کے مترادف ہے، حقیقت یہ ہے کہ ہم تو ان لوگوں کے پیچھے چل پڑے ہیں جو ظاہری چمک دمک، ظاہری چیزوں کی خوبصورتی سے نہال ہو رہے ہیں، اور انہیں کے پیچھے دوڑ رہے ہیں، جنکے نزدیک ساری خوشیاں اور ساری لذتیں صرف دنیا کے لئے ہو کر رہ گئی ہیں۔ یاد رہے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے :من تشبه بقوم فهو منهم (ابوداؤد ۴۰۳۱:) جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں سے ہے، یعنی اس کا حشر بھی اسی قوم کے ساتھ ہوگا۔

معلوم ہوا کہ نیو ائیر نائٹ میں مسلم معاشرہ کی شرکت اسلام دشمن قوموں کی تعداد اور شوکت کو بڑھانے والا عمل ہے۔ اسلئے ایسے تمام اعمال سے اجتناب ضروری ہے، کہیں ہمارا حشر بھی ان جیسا یا ان کے ساتھ نہ ہو جائے۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ بہت دیر ہو جائے

دراصل اس وقت دنیا سچی روحانیت سے محروم ہے، وسائل کی کثرت اور من پسند زندگی گذارنے کے باوجود انسان کی روح کو سکون نہیں مل رہا ہے، اسی لئے لوگ سکون کی تلاش میں ان میلوں تماشوں کا سہارا لیتے ہیں، لیکن دل کا سکون اور روح کی تشفی تو رجوع الی اللہ اور تعلق مع اللہ سے حاصل ہوتی ہے، اس لہو ولعب سے حاصل ہونے والی عارضی خوشی اور جھوٹی مسرت سے تسکین پانے کی کوشش کرنا خود کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے، اور خود کو دھوکہ دینے والا جلد ہی ہر چیز سے حتی کہ اپنے آپ سے بھی اکتا جاتا ہے، اور اس وقت جو

بے چینی اور بے کلی انسان پر مسلط ہوتی ہے، اس کا مداوا پھر کسی کے پاس نہیں ہوتا، اسی لئے مسلم معاشرہ اور بالخصوص جدید تہذیب (ماڈرن ازم) کی فریب خوردہ نوجوان نسل کو وقت رہتے پر ہی سنبھلنے اور ہوش کے ناخن لینے کی ضرورت ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ بہت دیر ہو جائے اور ہم خوابِ خرگوش میں مست رہیں۔ (ماہنامہ پیام ۲۰۱۵ء)

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

یورپ کے لوگ انسانوں کو ڈارون کے عقیدہ کے مطابق ''بندر'' کی نسل سمجھتے ہیں، اتفاق سے ان کے کیلنڈر کی ابتداء بھی اردو تلفظ اور انگریزی لہجے کے مطابق ''جانوری'' ہی سے ہوتی ہے، وہ اگر اپنی تہذیب وثقافت اور کلچر میں اول تا آخر حیوانیت کا مظاہرہ کریں اور اس کی کو نمایاں مقام دیں، عورتوں مردوں کے محل وعمل میں تفریق نہ کریں، تنگ لباسی، نیم لباسی بلکہ بے لباسی پر فخر کریں، بے حیائی وبے حجابی کو باعثِ افتخار سمجھیں، ہم جنسی وہوس پرستی کو حقِ انسانی وآزادی شمار کریں، سڑکوں، بازاروں اور پارکوں میں بے محابا بوس وکنار بلکہ شہوت رانی کرتے پھریں، عریاں تصاویر، عریاں مناظر اور عریاں مجسموں کو اپنے کلچر کا جز بنالیں بلکہ از راہِ خیر خواہی یا بدخواہی دیگر اقوام کو بھی اس کلچر اور اسی بہیمانہ تہذیب کا خوگر دیکھنا چاہیں اور ذرائع ابلاغ کا بے جا استعمال کر کے اس کی طرف مائل کرنے لگیں اور اس کے نتیجہ میں بعض مشرقی عوام بھی کاس جانور پر رال ٹپکانے اور ان کا تھوکا ہوا چاٹنے لگیں تو تعجب کی کیا بات ہے؟

تعجب تو جب ہوتا ہے اور حیرت وغیرت سے زمین گڑھ جانے کو جی چاہتا ہے جب کہ اپنے کو خلاقِ اکبر کے مبارک ہاتھوں سے پیدا کئے جانے والے ''آدم'' (علیہ السلام) کی نسل اور اولو العزم پیغمبر آدم ثانی سیدنا نوح (علیہ السلام) کی اولاد تسلیم کرنے والے ہم مسلمان بھی اسی حیوانیت کے رسیا اور اسی جانور پن کے دلدادہ بن کر جینے کی ہوس کرنے لگتے ہیں،

آج اکثر مسلم نوجوان جنس پینٹوں میں اگلے پچھلے قابل شرم اعضاء کو مٹکاتے اور جانوروں کی طرح سب کو دکھاتے پھر رہے ہیں، تنگ اتنے کے جیسے ٹانگوں پر کور چڑھا دیا گیا ہو، سرینوں پر پھول بوٹے گاڑے جا رہے ہیں اور اب تو ایسے جینس آ گئے ہیں کہ کمر تک بھی نہیں جاتے آدھی سرین پر ختم ہو جاتے ہیں، جرکنوں پر فلمی ڈیلاگس یا یہودی کمپنیوں کے ایڈورٹائز ہوتے ہیں، یا پھر خوفناک جانور کی تصویریں چھپی ہوتی ہیں، لوگ اسی لباس میں کالجوں تھیٹروں میں جا رہے ہیں، اسی میں بارگاہِ خداوندی میں حاضری دے رہے ہیں، سر سے لے کر پیر تک یورپین کلچر میں ڈوبے ہوئے اور صبح سے شام تک اداکاروں کے ادا و انداز کی نقلوں میں لگے ہوئے ہیں، کسی پہلو اور کسی ادا سے مسلمان نہیں معلوم ہوتے، نہ تعلیم کا شوق نہ کسی کمال و ہنر کے حاصل کرنے کی فکر، بس موبائل فون، ہیرو ہونڈا اور کسی سڑک چھاپ لیلیٰ کی محبت کو سرمایۂ زندگی بنائے ہوئے ہیں۔ سوائے ان کے جو کسی نہ کسی درجہ میں دین اور دین والوں سے وابستگی رکھے ہوئے ہیں۔

یہی حال مسلم لڑکیوں کا ہے، بلکہ ان کا حال تو دن بدن مردوں سے ناگفتہ بہ ہوتا جا رہا ہے، ان کے سر سے دوپٹہ تو کبھی سے اتر گیا تھا، اب آستین بھی چھوٹی ہوتی ہوتی بالکل ختم ہو گئی ہیں، گریباں بڑے ہوتے ہوتے آدھے سینے اور آدھی پیٹھ تک پہنچ گئے ہیں، کپڑے نفیس و رقیق ہوتے ہوتے جسم کو جھلکانے لگے ہیں، یہ غربا و متوسطین کا حال ہے، متمول طبقے کی بہو بیٹیاں تو جینس اور ٹاپس اور اس کے علاوہ بھی ناقابل بیان قسم کے ملبوسات میں کچھ ملبوس برہنہ بازارِ عشق میں دعوت نظارہ دیتے اور دادِ حسن و جمال وصول کرتی پھر رہی ہیں، غیروں کی طرف بلاتکلف مائل ہوتی اور انہیں پوری بے حیائی سے اپنی طرف مائل کرتی ہوئی حدیث کے مطابق جنت کی خوشبو سے محروم اور جہنم کے گڑھوں میں ذلت و رسوائی سے پڑے رہنے کی تیاریاں کر رہی ہیں، یہ لڑکیاں اعلیٰ تعلیم کے نام پر گھروں سے نکالی گئی ہیں اور ستم یہ ہے کہ ماں باپ کی خوشی و مرضی سے نکالی گئی ہیں، حد یہ ہے کہ غیر لڑکوں کے ساتھ

بلاتکلف موٹر سیکلوں پر بیٹھی پارکوں اور ہوٹلوں کی تفریح کا لطف لے رہی ہیں، اور اب تو جگہ جگہ سے یہ اطلاعات ہیں کہ غیر مسلم لڑکوں کا فرش بن کر ان کی نارِ شہوت بجھانے کا سامان فراہم کر رہی ہیں، ہندوستان تو ہندوستان ہے تقریباً تمام مسلم ملکوں کا یہی حال ہوتا جا رہا ہے کہ اسلامک کلچر اور دینی تہذیب کا جنازہ تو پہلے ہی نکل چکا تھا قومی امتیاز اور وطنی پہچان کی بندشیں بھی ڈھیلی پڑتی جا رہی ہیں، گویا تہذیب وحدت کا اسرائیلی خواب پورا اور گلوبلائزیشن کی صیہونی تمنا پایۂ تکمیل کو پہنچانے میں مسلمان جانے یا انجانے شریک ہیں بلکہ کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔

ایسے حالات میں دردمند دلوں اور غیرتمند سینوں کی نگہ امید مشرقی تہذیب کے احیاء اور مغربی کلچر کے انسداد کے لیے اگر کسی پر اٹھ سکتی تھیں تو وہ مذہب کے متوالوں اور قانون کے رکھوالوں پر اٹھ سکتی تھیں، مگر افسوس! کہ ”جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے“ کے مصداق اس وقت دینی رہنماؤں کی صورتحال یہ ہے کہ جو مخلص اور سچی و ساچی راہ اسلام دکھلانے والے علماء ہیں وہ اگرچہ بدتہذیبوں کی اس یلغار پر فریضۂ امر و نہی برابر ادا کر رہے ہیں مگر اس کو کیا کیا جائے کہ ان کا مغرب زدہ اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ پر کوئی اثر نہیں اور جو ہے وہ نہ ہونے کے برابر ہے، ان کے برخلاف جن نام نہاد اسلامک اسکالروں اور خودساختہ علماؤں کا اس طبقے پر اثر چلتا بلکہ میڈیائی قوت سے چلایا جاتا ہے وہ قوم کو خالص اسلامی ماحول سے وابستہ کرنے اور مذہبی قدروں کے ساتھ سختی سے جوڑے رکھنے میں سنجیدہ نہیں ہیں، بلکہ سچ پوچھئے تو وہ مذہب اسلام میں کسی خاص تہذیب کی پابندی یا ثقافتی امتیاز کے ضروری ہونے ہی کے منکر و مخالف ہیں، چنانچہ اپنے سے متأثر طبقۂ مسلمین کو متوارث کلچر کی طرف کبھی توجہ نہیں دلاتے، الٹا اپنے قول و عمل سے تہذیبی رعایتوں اور ثقافتی امتیازوں کے مسئلہ کو خاطر میں نہ لانے، اسے گذرے ہوئے زمانہ کی عصبیت جاہلہ سمجھنے اور دقیانوس علماء کی مجذوبانہ جڑ قرار دینے کی ترغیب دیتے اور وقتاً فوقتاً تحریر و تقریر کے دوران بڑے

خوبصورت انداز میں ان کا مذاق اڑاتے رہتے ہیں ۔(بحوالہ فیض سعید:۷۱)

کیا یہ مسلم معاشرہ ہے؟

قفس دنیا میں قید ہر نفس اپنے مزاج و مذاق کے لحاظ سے جانے والے مہمان (سال گزشتہ) کو رخصت اور آنے والے مہمان (سال نو) کا استقبال کرتا ہے، اس موقع پر نوجوان طبقہ کچھ زیادہ ہی پرجوش نظر آتا ہے، کہیں کارڈوں کے تبادلے کئے جاتے ہیں، کہیں فون وغیرہ کے ذریعہ مبارکبادیاں دی جاتی ہیں، کہیں نئے سال کے موقع پر پرتکلف جشن منایا جاتا ہے، مہینے بھر کی کمائی کو دوسرے شہروں میں جا کر اڑانے کی منصوبہ بندی کی جاتی ہے ، پھر دعوتیں اڑائی جاتی ہیں ، رقص و سرور کی محفلیں سجتی ہیں ، جہاں شراب و کباب جمع کئے جاتے ہیں، مبارکباد کے پیغامات کا تبادلہ ہوتا ہے کہیں دید کے متلاشی من کی مراد پاتے ہیں ، تو کہیں ایس ایم ایس (s m s) سے ہی کام چلایا جاتا ہے، بہر حال ہر کوئی اپنے انداز سے نئے سال کی خوش آمدید ضرور کہتا ہے، اس تیاری میں اربوں کی فضول خرچی ہوتی ہے، اگر ان فضول اخراجات کو جوڑا جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ امت کا جان مال اور وقت بڑی مقدار میں کہاں صرف ہو رہا ہے!! اگر یہ مسلمان ہیں تو پھر انہیں یہ کیوں معلوم نہیں کہ مسلمانوں کا دن تو سورج غروب اور رات کے آغاز سے شروع ہوتا ہے، کیا یہ لوگ اسی حساب سے رمضان المبارک، عید الفطر، عید الاضحی نہیں مناتے؟ جی ہاں مناتے ہیں تو پھر انہیں آج یہ کیا ہو گیا ہے کہ یہ شراب کی بوتلیں اٹھائے چرس کے سگریٹ سلگائے رقص کی مستی میں ہاتھ اٹھائے جھومتے گاتے نظر آرہے ہیں، انہیں کس بات کی خوشی ہے؟ کیا انہیں نہیں معلوم کہ آج تو انکی زندگی کا ایک سال کم ہوا ہے، اور ان کے قدم قبر کے مزید نزدیک ہو گئے ہیں کیا یہ اس سے بے خبر ہیں؟ جواب ملے گا ہرگز نہیں ۔ ہرگز نہیں ۔۔۔۔ یہ سب جانتے ہیں ۔۔۔ لیکن انکی آنکھوں پر عیش و مستی کی وہ پٹی بندی ہوئی ہے کہ جو انہیں کچھ اور دیکھنے ہی نہیں دیتی سال رواں جاتے جاتے اور سال نو آتے آتے ہمیں یہ پیغام دے رہا ہے کہ۔

آہٹ بھی محسوس نہ ہوئی سفر ختم ہونے تک
یہ عمر رواں کتنے دبے پاؤں چلے ہے
(روزنامہ منصف)

نیا سال اور کرنے کے کام

اب سوال یہ ہے کہ اس موقع پر مسلمانوں کو کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے جو قرآن وحدیث کی روشنی میں صحیح ہو نئے سال سے متعلق کسی عمل کو تلاش کرنے کی کوشش کی تو قرون اولی کا کوئی عمل تو مل نہ سکا البتہ بعض کتب حدیث میں یہ روایت آئی ہے کہ جب نیا سال ہوتا تو اصحاب رسول ﷺ ایک دوسرے کو یہ دعا سکھاتے اور بتلاتے تھے:

اللهم اهله علينا باليمن والايمان والسلامة والاسلام ورضوان من الرحمن وجوازمن الشيطان (الاوسط للطبرانی ۶/۲۲۱)

ترجمہ: اے اللہ اس نئے سال کو ہمارے او پر امن و سلامتی اسلام اور اپنی رضامندی، نیز شیطان سے حفاظت کے ساتھ داخل فرما۔

اس لئے اس دعا کو پڑھ لینا چاہئے، نیز مسلمانوں کو اس وقت چند کام خصوصاً کرنا چاہئے یا دوسرے الفاظ میں کہہ لیجئے کہ نیا سال ہمیں خاص طور پر ان باتوں کی طرف متوجہ کرتا ہے وہ یہ ہیں:

(۱) اپنے کو احتساب کے کٹھرے میں کھڑا کریں

نیا سال خواہ وہ قمری ہو یا شمسی ہو اسکی ابتداء ذاتی محاسبے سے کرنا چاہئے، ہم میں سے ہر شخص مختلف قسم کی گھریلو، خاندانی، معاشرتی، سماجی اور مذہبی ذمہ داریوں کا حامل ہے ہر شخص کی ذات سے دوسرے بہت سے افراد کے حقوق متعلق ہوتے ہیں سال بیت جانے پر اور نئے سال کے شروع میں ہمیں مذکورہ بالا ہٹلر بازی کے مظاہرے کرنے کی بجائے اپنے آپ کو احتساب کے کٹھرے میں کھڑا کرنا چاہئے، ہمیں اپنی ذمہ داریوں اور حقوق کی

ادائیگی کے حوالے سے سال بھر کی کارکردگی کا جائزہ لینا چاہئے، کسی بھی کام کی ابتداء اچھی ہو تو پورا کام بہتر انداز میں انجام پذیر ہو جاتا ہے، ہم زندگی کے جس شعبے سے بھی وابستہ ہوں، ہمیں چاہئے کہ نئے سال کی ابتداء ایک ولولے سے انجام دیں، سال بھر سستی اور کاہلی سے بچنے کا عزم مصمم کریں، معاشرے میں بسنے والے ہر فرد (جو کسی بھی نسبت سے متعلق ہو) کے حقوق کا خیال رکھیں، اس انداز میں ہم اپنے سال کی ابتداء کر کے مثبت اور تعمیری نتائج کی امید رکھ سکتے ہیں۔

(۲) ماضی کا دنیوی احتساب

۳۱/ ڈسمبر کے بعد آنے والی رات کو گھڑی کا کانٹا جوں ہی بارہ بجے کو پہنچے گا، تو یہ صرف a.m اور p.m کی تبدیلی نہیں ہوگی، بلکہ یہ ایک سال کی تبدیلی ہوگی، اور ایک نئے کیلنڈر کو وجود میں لائے گی، نیا سال دراصل ہمیں دو باتوں کی طرف متوجہ کرتا ہے، ماضی کا احتساب اور آئندہ کا پروگرام، انسان کے لئے اپنے آپ کا محاسبہ ضروری ہے، یہ محاسبہ ہمہ پہلو ہونا چاہئے، محاسبہ دنیوی امور میں بھی ضروری ہے، اگر آپ تاجر ہیں تو اپنی تجارت کا جائزہ لیں، کہ اس میں آپ نے کیا کچھ ترقی کی ہے؟ اگر نہیں کی ہے یا پیچھے ہٹے ہیں، تو اس کے کیا اسباب ہیں؟ کہیں اس میں آپ کی کوتاہی کو تو دخل نہیں ہے؟ اگر آپ کسی سرکاری یا غیر سرکاری اداروں میں ملازم ہوں تو غور کریں کہ آپ اس میں جو بہتر پوزیشن حاصل کر سکتے تھے یا اپنی ایمانداری اور بہتر کارکردگی کے ذریعہ جو اعتماد آپ کا پیدا ہو سکتا تھا، آپ نے کس حد تک اسے حاصل کیا ہے؟ اسی طرح ہر شعبۂ زندگی میں ہمیں اپنی کامیابی وناکامی اور پیش قدمی وپست رفتاری کا جائزہ لینا چاہئے۔

انسان کا کسی چیز میں پیچھے ہو جانا بری بات نہیں، بری بات یہ ہے کہ انسان بے حسی میں مبتلا ہو جائے، وہ ناکام ہوا جو اپنی ناکامی کے اسباب پر غور نہ کرے۔ اس کے قدم پیچھے ہٹیں، اور فکرمندی کی کوئی چنگاری اس کے دل ودماغ میں نہ سلگنے پائے، وہ ٹھوکر کھائے لیکن ٹھوکر اس کے لئے مہمیز نہ بنے، جو شخص اپنے نقصان کا جائزہ لیتا ہے، اپنی کتابِ زندگی پر نظر ڈالتے ہوئے اپنی کمیوں اور کوتاہیوں کو محسوس کرتا ہے، وہی گر کر اٹھتا ہے اور اپنی منزل کی

طرف رواں دواں ہوتا ہے، جس میں اپنے احتساب اور اپنی کمزوریوں کے اعتراف کی صلاحیت ہی نہ ہو، وہ کبھی اپنی منزل کو نہیں پا سکتا۔

(۳) ماضی کا دینی احتساب

جیسے دنیوی اعتبار سے اپنا احتساب ضروری ہے، اسی طرح دین واخلاق اور اعمال وکردار کے اعتبار سے بھی احتساب ضروری ہے، اپنی عبادات پر نگاہ دوڑائیں، کہ یہ مقابلہ گذشتہ سال کے اس سال میں کچھ اضافہ ہوا ہے یا نہیں؟ اپنے معاملات کو دیکھیں کہ حلال وحرام اور مستحبات ومکروہات کے جو احکام شریعت میں ہیں، ان میں ہم سے کوتاہی تو نہیں ہو رہی ہے، خاص کر اپنے اخلاق وسلوک کا جائزہ لینا چاہئے، والدین کے ساتھ، شوہر وبیوی کے ساتھ، اولاد کے ساتھ، رشتہ داروں اور خاص کر غریب رشتہ داروں کے ساتھ، خاندان کی بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کے ساتھ، مسلمان اور غیر مسلم پڑوسیوں اور کاروبار اور دفاتر کے رفقاء کے ساتھ ہمارا کیا سلوک ہے؟ ہم ان کے لئے پھول ہیں یا کانٹے؟ وہ ہم سے راحت وسکون محسوس کرتے ہیں یا خوف ودہشت؟ ہم نے انہیں محبت کی سوغات دی ہے یا نفرت وعداوت کا تحفہ؟ غرض ہمیں اپنی زندگی کے ایک ایک عمل کا جائزہ لینا چاہئے، اور خود اپنا حساب کرنا چاہئے کیوں کہ انسان دوسرے انسانوں کی نگاہ سے اپنی کوتاہیوں کو چھپا سکتا ہے، لیکن اپنے آپ سے نہیں چھپا سکتا، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس سے پہلے کہ تمہارا حساب کیا جائے خود اپنا حساب کرو: حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا۔

(کنز العمال، حدیث نمبر: ۴۴۲۰۳)

اس لئے ہم سب کو ایمان داری سے اپنا اپنا مواخذہ اور محاسبہ کرنا چاہئے اور ملی ہوئی مہلت کا فائدہ اٹھانا چاہئے، اس سے پہلے کہ یہ مہلت ختم ہو جائے، اسی کو اللہ جل شانہ نے اپنے کلام میں ایک خاص انداز سے ارشاد فرمایا ہے: وانفقوا ممارزقنکم من قبل أن یاتی احدکم الموت فیقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصالحین ولن یؤخر اللہ نفسا اذا جاء أجلھا واللہ خبیر بما تعملون (منافقون: ۱۰)

اور جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے ہماری راہ میں اس سے پہلے خرچ کرو کہ تم سے کسی کو موت آجائے تو وہ کہنے لگے اے میرے رب! مجھے تو تھوڑی دیر کی مہلت کیوں نہیں دیتا کہ میں صدقہ کروں اور نیک لوگوں میں سے ہو جاؤں اور جب کسی وقت مقرر آجاتا ہے پھر اسے اللہ تعالیٰ ہرگز مہلت نہیں دیتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے اللہ تعالیٰ اچھی طرح باخبر ہیں۔

(۴) آگے کا لائحہ عمل

اپنے جائزہ اور خود حسابی کی روشنی میں آئندہ سال کا نظام بنانا چاہئے، کیا بہتر کام اس نے کئے ہیں، ان بہتر کاموں میں معیار یا مقدار کے لحاظ سے کیا اضافہ کیا جاسکتا ہے؟ اور اسے اس میں فلاں حد تک اضافہ کرنا ہے، کیا کوتاہیاں اور کمزوریاں ہیں، جنہیں وہ اس سال دور کرے گا، اور اگر وہ مکمل طور پر انہیں دور نہیں کرسکتا، تو اسے کم کرے گا، دین کا معاملہ ہو یا دنیا کا، تعلیم کا معاملہ ہو یا ہنرمندی کا، تجارت یا ملازمت، سماجی تعلقات کی بات ہو یا معاشی معاملات کی، ہر جگہ یہ پلاننگ اور پروگرام سازی ضروری ہے اور اسی سے اس کی ترقی وکامیابی کا تعلق ہے۔ ؎

ہو رہی ہے عمر مثل برف کم
دن بدن لمحہ لمحہ دم بدم

(نقوش وموعظت: ۱۴۱)

(۵) عمر گذشتہ پر توبہ

سال نو کے موقع پر دینی و دنیوی احتساب کے ساتھ ساتھ اپنی عمر گذشتہ پر توبہ کریں مصلیٰ بچھائے ہاتھ اٹھائے بارگاہ صمدی میں عاجزی وانکساری اور نہایت مسکنت کے ساتھ آنسوں بہاتے ہوئے فریاد کریں کہ: الٰہی تیری دی ہوئی زندگی میں سے ایک قیمتی سال گزر گیا سال گذشتہ بھی آپ نے ہمیشہ کی طرح کھلایا پلایا اور بے شمار نعمتوں سے نوازا جس کی کوئی گنتی

نہیں مگر ہماری بے حسی و بے پرواہی کہ ہم نے ان نعمتوں کی ناقدری کی وقت کی ناقدری کی قیمتی لمحات کو یوں ہی ضائع کر دیا، ہم دیکھ رہے ہیں کہ سال آیا بھی اور رخصت بھی ہوگیا اور ہم اپنے اعمال کے دفتر میں اعمال صالحہ کے ذریعہ نہ نیکیوں میں اضافہ کرسکے اور نہ ہی توبہ واستغفار کے ذریعہ کچھ صفحات کو گناہوں سے صاف کرسکے خدایا اپنے فضل وکرم سے اس قصور کو معاف فرما، سال گذشتہ کے یوں ہی گذر جانے پر ہمیں ندامت وشرمندگی ہے اس شرمندگی کو توبہ میں شمار فرما اور سال نو میں ہم کو اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما۔

نیا سال اور وقت کی قدر

دن۔ ہفتے۔ مہینے اور سال یہ سب انسانوں کے لئے بنائے گئے ہیں تاکہ وہ وقت کی قدر کرسکیں۔ ہر نئے سال پر اسے نئی امیدوں کے ساتھ آگے بڑھنے کی مدد ملتی ہے، نئے سال کا سورج بنی نوع انسان کے ماضی کی تلخ حقیقتوں کو پیچھے چھوڑے گا، اور ماضی کا ایک حصہ بن جائے گا۔ جانے والے سال میں جو خوشگوار یا ناخوشگوار واقعات ہمارے ساتھ پیش آئے ہیں، وہ تمام ایک یادِ ماضی بن کر رہ جائیں گے، اور یہ جانے والا سال زندگی کے کچھ رنگارنگ فتوحات اور دل برداشتہ کر دینے والی ناکامیوں کا تحفہ دیتے ہوئے منظر عام سے یکسر غائب ہوجاتا ہے، اور صرف اور صرف یادوں کا سرمایہ ہی ہمارے پاس چھوڑ جاتا ہے۔

جو کبھی ہمارے لبوں پر دل فریب مسکراہٹ بن کر کھلتی ہے، تو کبھی یہ آنسو بنکر ہماری آنکھوں سے چھلکنے لگتی ہیں، لیکن ہم ان کھٹی میٹھی یادوں کو اپنی ذات سے یکسر جدا نہیں کرتے بلکہ ان یادوں کو سجا کر رکھتے ہیں۔

کبھی آپ نے سوچا کہ ہمارے لئے ایک منٹ کی کیا حقیقت ہے، جسے ہم سینکڑوں چھوٹے لیکن اہم امور نمٹانے کے لئے استعمال کرسکتے ہیں، لیکن منٹ تو کیا ہم گھنٹوں کا حساب رکھنے کے بھی قائل نہیں، وقت ایک ایسی چیز ہے جو کبھی کسی کے لئے رکتا نہیں بلکہ پر لگا کر اڑتا ہی چلا جاتا ہے، اسلئے وقت کی قدر و اہمیت کو جاننا بہت ضروری ہے، ہمیشہ وقت سے

ہوشیار رہیں اور وقت کی خبر رکھیں۔

وقت کو برباد اور ضائع نہ ہونے دیں، اور نہ ہی غیر مفید باتوں میں صرف کریں، تاریخ بھی ہمیں یہی سبق دیتی ہے، اور وقت کا تجربہ بھی ہم کو یہی سکھلاتا ہے، کہ دنیا میں جس قدر کامیاب وکامران ہستیاں گزر چکی ہیں ان کی کامیابی وشہرت کا راز یہی وقت ہے کہ انہوں نے اس کا صحیح ومناسب استعمال کیا۔

۞ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ : میں کسی چیز پر اتنا نادم اور شرمندہ نہیں ہوا جتنا کہ ایسے دن کے گذرنے پر جس کا سورج غروب ہوگیا جس میں میرا ایک دن کم ہوگیا اور اس میں میرے عمل میں اضافہ نہ ہوسکا۔

حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ : اے ابن آدم! تو ایام ہی کا مجموعہ ہے جب ایک دن گذر گیا تو یوں سمجھ تیرا ایک حصہ بھی گذر گیا۔

۞ وقت گزرتے ہوئے واقعات کا ایک ایسا دریا ہے جس کا بہاؤ تیز اور زبردست ہے، جونہی کوئی چیز اس کی زد میں آجاتی ہے اس کی لہریں اسے اپنے ساتھ بہالے جاتی ہیں، پھر اور کوئی شئی اس کی جگہ لے لیتی ہے، لیکن وہ بھی اسی طرح بہہ جاتی ہے۔

۞ وقت ایک سونا ہے اور یہ تو صرف ان لوگوں کے لئے صحیح ہے جو موجودات کی قدر وقیمت محض قیاس وتصور کے ذریعے ہی حاصل کرسکتے ہیں، لیکن جو پاکیزہ خیالات ونظریات اور اچھے افکار کے حامل ہوتے ہیں۔ ان کے ہاں تو وقت کی قیمت بہت گراں ہے، انکے نزدیک وقت کا مقام بہت بلند اور ارفع ہے۔

سونا مال وجواہر تو آنے جانے والی چیز ہے، وہ ہاتھ سے نکل بھی جاتا ہے، یا اسے کھو بھی دیا جاتا ہے، تو دوبارہ اسے حاصل بھی کیا جاسکتا ہے، اور پہلے سے کئی گنا زیادہ بھی ہوسکتا ہے، لیکن جو وقت گذر چکا ہے، اور جو زمانہ بھی چلا گیا ہے، وہ کسی صورت اور کسی قیمت پر واپس نہیں آسکتا۔

تو سوچئے وقت سونے سے زیادہ مہنگا ہوا یا نہیں؟ اس پر عربی کی ایک مثل صحیح ثابت ہوتی ہے "الوقت اثمن من الذھب" کہ وقت سونے سے زیادہ قیمتی ہے، کیا وقت الماس

سے زیادہ مہنگا نہیں؟ کیا یہ ہر چیز سے زیادہ قیمتی وبے بہا نہیں؟

۞ یاد رکھئے کہ دنیا کے تمام اغراض وجواہر وقت کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے، وقت کے مقابلے میں ان کی کوئی قدر وقیمت نہیں، کیونکہ وقت سونا اور جواہر نہیں بلکہ ایک انمول زندگی ہے۔

کامیابی کسی تھوڑے سے وقت یا پے درپے کام کرنے ہی پر موقوف نہیں ہے، بلکہ وقت کی مناسب تقسیم پر بھی مبنی ہے، ہر کام اپنے وقت مقررہ پر ہو، اور کام میں بے جا تقدیم وتاخیر بھی غفلت کے مترادف ہے، اسلئے اہل عقل کے نزدیک قبل از وقت کام کرنا یا بے جا تاخیر کرنا ناپسندیدہ ہے، ہر عمل اپنے وقت مقررہ اور مناسب اندازے کے مطابق ہونا چاہئے، پس وقت کی قدر کیا کریں، اور عمر کو غنیمت شمار کریں، اور وقت کو رائیگاں نہ جانے دیں، وقت سے کام لینے والے افراد اس تھوڑی سی زندگی میں موجد اور فلاسفہ بن گئے۔

برخلاف اس کے جتنے بھوکے اور فاقہ کش دنیا میں موجود ہیں یہ وہی سب لوگ ہیں، جنہوں نے بچپن میں وقت کو رائیگاں کھودیا ہو، اسکی ایک بنیادی ٹیڑھی اینٹ نے ان کی تمام زندگی کی عمارت کو ٹیڑھا کردیا بے کار کھویا ہوا ایک لمحہ عمر بھر کے ننھے پودے کی کئی شاخوں کو کاٹ ڈالتا ہے، اسلئے ایک وقت میں ایک ہی کام کو مکمل طور پر اور خوش اسلوبی کے ساتھ کرنا کئی نامکمل کاموں کا خون کردینے سے کہیں بہتر ہے۔

(نقوش وموعظت)

وقت کی مثال

وقت ہمارے پاس اس طرح آتا ہے جس طرح کوئی دوست بھیس بدل کر آتا ہے، اور چپ چاپ بیش قیمت تحفہ جات اپنے ساتھ لاتا ہے، لیکن اگر ہم اس سے فائدہ نہیں اٹھائے تو وہ چپکے سے مع اپنے تحائف واپس چلا جاتا ہے، اور پھر کبھی واپس نہیں آتا، ہر صبح کو ہمارے لئے نئی نئی نعمتیں آتی ہیں، لیکن اگر ہم کل اور پرسوں کی چیزیں منظور نہیں کرسکتے تو ہم ان سے فائدہ اٹھانے کے روز بروز ناقابل ہوتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ ان کی خوبیوں کو سمجھنے اور ان کو کام میں لانے کی جو

طاقت ہم میں ہے، رفتہ رفتہ زائل ہو جاتی ہے، کھوئی ہوئی دولت محنت اور کفایت شعاری پھر سے حاصل کی جاسکتی ہے، لیکن کھویا ہوا وقت لاکھ کوشش کرنے پر بھی دوبارہ حاصل نہیں ہوسکتا اور ہمیشہ کے لئے ہاتھ سے نکل جاتا ہے، بعد میں انسان کو یہ پرانا سبق حاصل ہوجاتا ہے ''پن چکی'' اس پانی سے نہیں چل سکتی جو بہہ گیا ہو، فضول کاموں سے روزانہ ایک گھنٹہ بچا کر معمولی شخص بھی کسی سائنس کو پوری طرح اپنے قابو میں کرسکتا ہے، دن میں ایک گھنٹہ ہر روز خرچ کر کے جاہل سے جاہل انسان بھی دس سال میں ایک درجہ کا باخبر عالم و فاضل بن سکتا ہے، ایک گھنٹہ میں معمولی لڑکا خوب اچھی طرح سمجھ کر ایک کتاب کے بڑے بیس صفحے اور اس حساب سے سال بھر میں سات ہزار صفحے پڑھ سکتا ہے، غرض ایک گھنٹہ روزانہ کی بدولت ایک حیوانی زندگی کارآمد اور ایک مسرت بھری زندگی میں تبدیل ہوسکتی ہے، اور روزانہ ایک گھنٹہ کام کر کے ایک گمنام شخص ایک مشہور آدمی اور ناکارہ آدمی قوم کا محسن بن سکتا ہے۔

لیکن نفس ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو دھوکہ دیتا رہتا ہے کہ میاں ابھی تو جوان ہے، ابھی تو بہت وقت پڑا ہے، ہم نے دنیا میں دیکھا ہی کیا ہے؟ ابھی تو ذرا مزے اڑا لیں۔ پھر جب موقع آئے گا تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں گے، اور اس وقت اصلاح کی فکر کرلیں گے، ابھی کیا رکھا ہے؟۔

حضور اقدس ﷺ فرما رہے ہیں کہ نفس و شیطان کے اس دھوکہ میں نہ آؤ، جو کچھ کرنا ہے کر گزرو۔ اسلئے کہ یہ وقت جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے یہ بڑی قیمتی چیز ہے، یہ بڑی دولت ہے، عمر کے یہ لمحات جو اس وقت انسان کو میسر ہیں، اس کا ایک ایک لمحہ بڑا قیمتی ہے، اس کو برباد اور ضائع نہ کرو، بلکہ اس کو آخرت کے لئے استعمال کرو۔ (اسلام اور ہماری زندگی ۲۹۳/۲)

وجاءکم النذیر

قرآن کریم فرماتا ہے کہ جب انسان آخرت میں اللہ کے پاس پہنچے گا تو اللہ تعالیٰ سے کہے گا کہ ہمیں ایک مرتبہ اور دنیا میں بھیج دیں، ہم نیک عمل کریں گے، تو اللہ تعالیٰ جواب میں فرمائیں گے {اولم نعمر کم مایتذکر فیه من تذکر وجاء کم النذیر} کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں

دی تھی کہ اگر اسمیں کوئی شخص نصیحت حاصل کرنا چاہتا تو حاصل کرلیتا۔

صرف یہ نہیں کہ عمر دے کر تم کو ویسے ہی چھوڑ دیا، بلکہ تمہارے پاس ڈرانے والے تنبیہ کرنے والے بھیجتے رہے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے، اور آخر میں سرکارِ دوعالم ﷺ کو بھیجا حضور ﷺ کے خلفاء اور وارثین تمہیں مسلسل جھنجھوڑتے رہے، اور تمہیں غفلت سے بیدار کرتے رہے، اور آکر یہ کہتے رہے کہ خدا کے لئے اسوقت کو کام میں لگاؤ۔ (اسلام اور ہماری زندگی ص ۲۹۳: ر ج ۷:)

ڈرانے والے کی تفصیل مفسرین نے مختلف فرمائی ہے، بعض مفسرین نے فرمایا: کہ اس سے مراد انبیاء علیہم السلام اور ان کے وارثین ہیں۔ جو لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے ہیں، اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے مراد ''سفید بال'' ہیں۔ یعنی جب سفید بال آگئے تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرانے والا آگیا، کہ اب وقت آنے والا ہے، تیار ہو جاؤ۔ اور اب اپنی سابقہ زندگی سے تائب ہو جاؤ، اور اپنے حالات کی اصلاح کرلو، اسلئے کہ ''سفید بال'' آگئے ہیں۔ اور بعض مفسرین نے اس کی تفسیر پوتے سے کی ہے، یعنی جس کسی کا پوتا پیدا ہو جائے۔ اور وہ دادا بن جائے تو وہ پوتا ڈرانے والا ہے اس بات سے کہ بڑے میاں تمہارا وقت آنے والا ہے اب ہمارے لئے جگہ خالی کرو۔ (اسلام اور ہماری زندگی ص ۲۹۴: ر ج ۷:)

ملک الموت سے دوستی

مفتی شفیع صاحبؒ نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ کسی شخص کی ملک الموت سے ملاقات ہوگئی اس شخص نے ملک الموت سے شکایت کی کہ آپ کا بھی عجیب معاملہ ہے، دنیا میں کسی کو پکڑا جاتا ہے، تو دنیا کی عدالتوں کا قانون یہ ہے کہ پہلے اسکے پاس نوٹس بھیجتے ہیں، کہ تمہارے خلاف یہ مقدمہ قائم ہو گیا ہے تم اسکی جواب دہی کیلئے تیاری کرو لیکن آپ کا معاملہ بڑا عجیب ہے کہ جب چاہتے ہیں بغیر نوٹس کے آدھمکتے ہیں، بیٹھے بٹھائے پہنچ جاتے ہیں، اور روح قبض کرلی، یہ کیا معاملہ ہے؟ ملک الموت نے جواب دیا کہ میاں، میں اتنے نوٹس بھیجتا ہوں کہ دنیا میں کوئی اتنے نوٹس نہیں بھیجتا لیکن میں کیا کروں، تم میرے نوٹس کا نوٹس نہیں لیتے، اسکی پرواہ نہیں کرتے، ارے جب تمہیں بخار آتا

ہے، جب تمہیں کوئی بیماری آتی ہے، جب تمہیں سفید بال آتے ہیں، جب تمہارے پوتے پیدا ہوتے ہیں، یہ سارے میرے نوٹس ہیں اور میں اتنے نوٹس بھیجتا ہوں کہ جسکی کوئی حد نہیں، مگر تم کان نہیں دھرتے، بہر حال اسلئے حضور ﷺ نے فرمایا قبل اسکے کہ وہ حسرت کا وقت آئے خدا کیلئے اپنے آپ کو سنبھال لو، اور صحت کے وقت کو اور فراغت کے وقت کو کام میں لے آو خدا جانے کل کیا عالم پیش آئے (اسلام اور ہماری زندگی ص ۲۹۴: ج ۷:)

ایک اور دھوکہ جو انسان کو وقت ضائع کرنے کی شرم وافسوس سے بچاتا رہتا ہے، وہ لفظ کل ہے جسکے لئے کہا گیا ہے کہ انسان کی زبان میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو کل کے لفظ کے طرح اتنے گناہوں اتنی حماقتوں، اتنی وعدہ خلافیوں، اتنی خشک امیدوں، اتنی غفلتوں، اتنی بے پرواہیوں اور اتنی برباد ہونے والی زندگیوں کیلئے جواب دہ بن جاتی ہے کیوں کہ اسکی کل نہیں آتی، اور وہ گزری ہوئی کل یعنی بروز بن جاتی ہے اور پچھلی کل کو ہم کبھی واپس نہیں کر سکتے،

وقت جبکہ ایک دفعہ مرگیا تو اسکو پڑا رہنے دو، اب اسکے ساتھ اور کچھ نہیں کرنا ہے، سوائے اسکے کہ اس کی قبر پر آنسوں بہاؤ اور آج کی طرف لوٹ آؤ لیکن لوگ اسکی طرف لوٹتے ہیں اور عملا فردا کو کبھی امروز نہیں ہونے دیتے، وقت گزرجانے پر افسوس کرنے کا نتیجہ ہے۔ ع

پھر پچھتائے کیا ہوت جبکہ چڑیا چگ گئی کھیت [1]

ابن عمرؓ کا ایک قبر پر سے گذر

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سفر میں تشریف لے جارہے تھے، راستے میں ایک قبر کو دیکھا، تو سواری سے اترے اور دو رکعت نفل پڑھی پھر سوار ہوگئے آپ کے ساتھیوں نے آپ سے پوچھا کہ حضرت کیا بات ہے؟

تو آپؓ نے فرمایا کہ یہ لوگ قبروں کے اندر حسرت کرتے ہیں کاش ہمیں اتنا موقع مل جائے کہ دو رکعت پڑھ لیں، تاکہ دو رکعت نفل کا نیکیوں میں اضافہ ہو، لیکن اسکے باوجود انکے پاس

[1] امام غزالیؒ نے مکاشفۃ القلوب میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے حوالے سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے دیکھئے مکاشفۃ القلوب:۱۹)(احمد اللہ نثار قاسمی)

موقع نہیں ہے، تو مجھے خیال آیا کہ اللہ نے مجھے موقع دے رکھا ہے، اسلئے چلو میں جلدی سے دو رکعت نفل پڑھ لوں، اسلئے میں اترا اور دو رکعت نماز پڑھی (اسلام اور ہماری زندگی ص: ۲۹۵: ج ۷)

حافظ ابن حجرؒ کا وقت کی قدر کرنا

حافظ ابن حجرؒ بڑے درجے کے محدثین میں سے ہیں، اور بخاری شریف کے شارح ہیں، اور علم کے بڑے پہاڑ ہیں، ان کا حال یہ تھا کہ جس وقت تصنیف کرتے تو لکھتے وقت جب قلم کا خط خراب ہوجاتا تو اس کو چاقو سے دوبارہ درست کرتے، اس دوران جتنا وقت قلم کو درست کرنے میں لگتا اتنی دیر آپ تیسرا کلمہ سبحان اللّٰہ و الحمدللہ و لا الہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر، پڑھتے رہتے تھے، تاکہ یہ وقت بھی ضائع نہ ہوجائے، اسلئے کہ جو وقت تصنیف میں گذر رہا ہے وہ اللہ کی عبادت میں گذر رہا ہے، لیکن جو چند لمحات ملے ہیں اس کو کیوں ضائع کریں، اور اس میں تیسرا کلمہ پڑھ لیں، تاکہ یہ لمحات بھی بے کار نہ جائیں۔ (اسلام اور ہماری زندگی ص ۲۹۵: ج ۷:)

امام ابو یوسف کا وقت کی قدر کرنا

سلف صالحین جنہوں نے اعلیٰ درجہ اور بلند قیمت علمی کام کئے ہیں، اپنے وقت کے ایک ایک لمحہ کو وصول کرتے تھے، اور ایک منٹ کا ضائع ہونا بھی ان کو گوارہ نہ تھا، وہ آخر دم تک اپنے وقت کو مشغول رکھتے تھے، امام ابو یوسفؒ (۱۱۳۔۱۸۲ھ) اسلامی تاریخ کے پہلے قاضی القضاۃ ہیں، ان کے بارے میں اہل تذکرہ نے قاضی بن جراح سے نقل کیا ہے، کہ وہ مرض وفات میں امام صاحب کی عیادت کے لئے پہنچے، آپ پر بے ہوشی طاری تھی، ابراہیم بیٹھے رہے، کچھ دیر میں ہوش آیا، امام صاحب نے پوچھا کہ حج میں جمرات کی رمی پیدل کرنا افضل ہے یا سواری پر؟ ابراہیم نے استاذ سے عرض کیا، کہ اس حال میں بھی آپ فکر وتحقیق کو نہیں چھوڑتے، امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کوئی حرج نہیں، ابراہیم نے کہا سوار ہو کر رمی کرنا افضل ہے، امام ابو یوسفؒ نے کہا یہ غلط ہے، ابراہیم نے کہا پھر پیدل رمی کرنا افضل ہوگا، فرمایا یہ بھی غلط، ابراہیم نے فرمایا کہ جو رائے صحیح ہو اسے آپ ہی ارشاد فرمائیں، فرمایا:

جس رمی کے بعد کوئی اور رمی ہو، اس کو پیدل کرنا افضل ہے، اور جس رمی کے بعد کوئی اور رمی نہ ہو، اسے سوار ہو کر، ابراہیم وہاں سے اٹھے، اور امام صاحب کے گھر کے دروازے ہی پر پہونچے تھے کہ اہلِ خانہ کے رونے کی آواز آئی، معلوم ہوا کہ امام ابو یوسف ؒ کا انتقال ہو گیا ہے،

یہی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جن کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے سترہ سال تک اپنے استاذ امام ابو حنیفہ ؒ کی مجلس میں اس طرح شرکت کی کہ کبھی فجر کی نماز فوت نہیں ہوئی، یہاں تک کہ عید الفطر اور عید الاضحی کے دن بھی، بلکہ صاحبزادے کا انتقال ہو گیا، تو تجہیز و تکفین کا انتظام اپنے اعزہ اور پڑوسیوں کے حوالہ کر کے درس میں شریک رہے، اور درس سے محرومی کو گوارہ نہ کیا۔ (مناقب مکی ۱: / ۴۷۲)

شیخین کے استاذ کا حال

ایک بڑے محدث عبید بن یعیش گذرے ہیں جو امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کے اساتذہ میں سے ہیں، ان کے بارے میں حافظ ذہبی نے نقل کیا ہے کہ تیس سال تک رات میں اپنے ہاتھ سے کھانا نہیں کھایا، بلکہ خود حدیث لکھنے میں مصروف رہتے، اور بہن منہ میں لقمہ دیتی جاتی (سیر اعلام النبلاء ۱۱: / ۴۵۸)

شوقِ مطالعہ میں شہادت

احمد بن یحییٰ شیبانی ؒ (۲۰۰۔۲۹۱ھ) عربی لغت، ادب، گرامر اور قرأت وغیرہ کے بڑے نامی گرامی آدمی تھے، اور ثعلب کے نام سے مشہور تھے، ان کا حال یہ تھا کہ اگر دعوت دی جاتی تو داعی سے فرماتے کہ کھانے کے وقت ان کے لئے چمڑے کے تکیہ کی مقدار جگہ خالی رکھی جائے، جس میں وہ کتاب رکھ کر مطالعہ کریں، (الحث علی طلب العلم الخ للعسکری ۷۷:) امام ثعلب کا معمول تھا کہ راستہ چلتے بھی ہاتھ میں کتاب رہتی، اور مطالعہ کرتے جاتے، چنانچہ اسی طرح چل رہے تھے کہ گھوڑے نے ٹکر دی، گڈھے میں گر پڑے اور ایسی چوٹ آئی کہ دوسرے ہی دن وفات ہو گئی۔ (وفیات الاعیان لابن خلکان ۱: / ۱۰۴)

ابن جریر طبری ؒ کا کارنامہ

اسی کا نتیجہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں اہلِ علم نے اتنا عظیم تصنیفی اور تالیفی کام انجام دیا ہے کہ سن کر اور پڑھ کر حیرت ہوتی ہے، اور آج ان کتابوں کو ایک شخص کا پڑھ لینا بھی دشوار ہے، امام جریر طبری ؒ بہت ہی بلند پایہ، مفسر، محدث اور فقیہ ہیں، انہوں نے اپنی عظیم الشان تفسیر ۳ / ہزار اوراق میں ۲۸۳ھ تا ۲۹۰ھ یعنی صرف سات سال کے عرصہ میں مکمل کی، پھر ایک تفصیلی تاریخ لکھنی شروع کی، جس سے ۳۰۳ھ میں فارغ ہوئے، یہ دونوں کتابیں تین تین ہزار گویا ۶ / ہزار صفحات پر مشتمل ہیں، طبری کی یہ تفسیر ۱۱ / جلدوں میں منظر عام پر آچکی ہے، بعض حضرات نے لکھا ہے کہ طبری کی تصنیفات کا حساب لگایا تو یومیہ ۱۴ / ورق یعنی ۲۸ / صفحات کا اوسط ہوتا ہے۔

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ انہوں نے جو روشنائی خریدی، اس کا حساب کیا گیا تو وہ سات سو درہم کی تھی۔

ابوریحان البیرونی کا حال

ابوریحان البیرونی کی وفات کے وقت ان کے پاس اس زمانہ کے مشہور فقیہ ابو الحسن ولوالجی گئے، بیرونی نزع کی حالت میں تھے، اور سینے میں گھٹن محسوس کر رہے تھے، اس وقت علامہ ولوالجی سے ”جدات فاسدہ“ ونانی کے حق میراث کا مسئلہ پوچھا، ولوالجی کو رحم آیا اور کہنے لگے کہ اس وقت بھی آپ کو یہ فکر پڑی ہے؟ بیرونی نے کہا کہ دنیا سے اس مسئلے سے واقف ہو کر جانا بہتر ہے یا ناواقف ہو کر؟ والوالجی نے مسئلہ کی وضاحت کر دی اور واپس ہوئے، کچھ ہی دور آئے تھے کہ رونے کی آواز آئی اور معلوم ہوا کہ علامہ بیرونی کا انتقال ہو گیا ہے۔

ابن عقیل کی تصنیف

وقت کی حفاظت کرنے والے بزرگوں میں علامہ ابن عقیل بھی ہیں، جو بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، ان کی سب سے اہم کتاب ”الفنون“ ہے، جس کے بارے میں بعض دیکھنے

والوں کا بیان ہے کہ اس کی ۸ /سو جلدیں تھیں، اس کا کچھ حصہ ڈاکٹر جارج مقدسی مستشرق نے دو جلدوں میں ۱۹۷۰۔۱۹۷۱ء میں شائع کیا ہے۔

ابن جوزیؒ کی یادگار کاوشیں

امام ابن جوزیؒ تاریخ اسلام کے بڑے مصنفین میں ہیں، وہ ان لوگوں کو بہت ناپسند کرتے تھے، جو چاہتے تھے کہ ان کے پاس ملاقاتیوں اور ہم نشینوں کی بھیڑ لگی رہے، خود بھی بے مقصد آنے والوں سے بہت سے نالاں رہتے، اور مجبوراً جن لوگوں سے ملاقات کرنی ہوتی، ان سے ملاقات کے اوقات کو اسی طرح استعمال فرماتے کہ اس وقت حسب ضرورت کاغذ کاٹے جاتے، قلم تراش لیتے، اور لکھے ہوئے اوراق باندھ لیتے اس کا نتیجہ تھا کہ بقول حافظ ابن رجب شاید ہی کوئی فن ہو، جس میں ابن جوزیؒ کی کتاب نہ ہو، ابن جوزی کی تصنیفات پانچ سو سے اوپر ہیں، اور ان میں سے بعض ۲۰/ جلدوں اور بعض ۱۰/ جلدوں پر مشتمل ہیں، ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے جن قلموں سے حدیثیں تحریر کی تھیں، ان کے ڈھیر سارے تراشے جمع ہو گئے تھے، انہوں نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میرے غسل کا پانی اسی سے گرم کیا جائے، چنانچہ پانی گرم کرنے کے بعد بھی قلم کے تراشے بچے رہے۔

وقت میں برکت کی زندہ مثالیں

مشہور مفسر اور صاحب نظر امام رازیؒ کھانے کے وقت پر بھی افسوس کا اظہار کرتے کہ اس وقت علمی مشغلہ فوت ہو جاتا ہے، مشہور محدث علامہ منذری کے صاحبزادے رشید الدین (م ۶۴۳) کا انتقال ہو گیا، جو ان کو بہت محبوب تھے، تو اپنے جواں مرد بیٹے کی نماز جنازہ خود پڑھائی، مدرسہ کے دروازہ تک جنازہ کے ساتھ خود چلے اور وہاں سے اللہ کے حوالہ کر کے اپنے معمولات میں مشغول ہو گئے، امام نوویؒ جیسا محدث اور صاحب علم سے کون ناواقف ہوگا، راستہ چلتے ہوئے بھی علمی مذاکرہ میں اپنا وقت گذارتے، اس کا نتیجہ ہے کہ صرف

۴۵/ سال کی عمر پائی، لیکن ہزارہا صفحات ان کے قلم سے آج بھی محفوظ ہیں، جو اہلِ علم کے لئے حرزِ جاں ہیں۔

ابن النفیس میڈیکل سائنس کی یادگار شخصیتوں میں ہیں، جسم میں دوران خون کا نظام سب سے پہلے آپ ہی نے دریافت کیا، طب میں آپ کی کتاب ''الشامل'' تقریباً۳ / جلدوں میں ہے، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کا حال یہ تھا کہ سفر و حضر اور صحت و بیماری کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے دیتے، ان کے شاگرد علامہ ابن قیمؒ نے ان کی تصنیفات کی تعداد پر جو رسالہ لکھا ہے وہ خود ۲۲/ صفحات کا ہے، اخیر دور کے اہل علم میں علامہ شوکانی کا حال یہ تھا کہ روزانہ دس اسباق پڑھاتے، فتاویٰ بھی لکھتے، فریضۂ قضاء بھی انجام دیتے، اور اس کے ساتھ ساتھ ایک سو چودہ اہم تصنیفات آپ کی یادگار ہیں، علامہ شہاب الدین آلوسی (۱۲۱۷۔۱۲۷۰ھ) کا حال یہ تھا کہ روزانہ چوبیس اسباق پڑھاتے، افتاء کا کام بھی کرتے، اور اس کے ساتھ انہوں نے روح المعانی کے نام سے ایسی عظیم الشان اور مبسوط تفسیر لکھی ہے کہ جس کی پورے عالم اسلام نے داد دی ہے۔

ہندوستان کے علماء میں مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے صرف ۳۹/ سال کی عمر پائی لیکن ان کی تصانیف ۱۱۰/ سے بھی زیادہ ہیں، اور ہر کتاب گویا اپنے موضوع پر حرف آخر ہے، مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتابوں اور رسائل کی تعداد ہزار کے قریب ہے، مولانا عبدالحی حسنی نے الثقافۃ الاسلامیۃ فی الھند، مولانا حبیب الرحمن شیروانی نے علماء سلف اور مشہور محقق شیخ عبد الفتاح ابوغدہؒ کی نہایت اہم اور فاضلانہ تصنیف ''قیمۃ الزمن عند العلماء'' میں سلفِ صالحین کے ایسے کتنے ہی واقعات ملتے ہیں۔

آج ماضی کی مثالیں ناپید ہیں

ظاہر ہے کہ یہ سب وقت کی قدر جاننے اور اس کی قیمت پہچاننے کا نتیجہ ہے، جو لوگ وقت کو سستی اور بے قیمت شئ سمجھتے ہیں اور اس کی قدر دانی نہیں کرتے، وہ زندگی میں کوئی بڑا کام نہیں کر سکتے، اسلام نے وقت کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لئے تمام عبادات کو

وقت سے جوڑ رکھا ہے، نمازوں کے اوقات مقرر ہیں، روزہ متعین وقت سے شروع ہوتا ہے، اور متعین وقت پر ختم ہوتا ہے، حج کے افعال بھی متعین ایام و اوقات میں انجام دیئے جاتے ہیں، قربانی بھی متعین دنوں میں ہوتی ہے، زکوۃ میں بھی مال پر ایک سال گذرنے کا وقت مقرر کیا گیا ہے، اور شریعت میں کتنے ہی احکام ہیں، جو وقت سے مربوط ہیں، لیکن افسوس کہ یہ امت اپنے وقت کو جس قدر ضائع کرتی ہے اور اس کو جتنا بے قیمت سمجھتی ہے، شاید ہی اس کی کوئی مثال مل سکے، مسلمان نوجوانوں کی یار باشی، ہوٹل بازی اور بے مقصد سیر و تفریح ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے، بلکہ ضرب المثل بنتی جارہی ہے، شادی بیاہ وغیرہ کی تقریبات میں جس بے دردی اور بے رحمی کے ساتھ اوقات ضائع کئے جاتے ہیں، یہاں تک کہ دینی جلسوں اور اجتماعات میں بھی اوقات کی پابندی کے معاملہ میں جو بے احتیاطی روا رکھی جاتی ہے، وہ کس قدر افسوس ناک ہے!

آئیے! نئی صدی اور نئے ہزار سال کا استقبال کرتے ہوئے ہم عزم مصمم کریں، کہ وقت کی پوری قدر دانی کریں گے، اور اپنے ایک ایک لمحہ کو ضائع ہونے سے بچائیں گے اگر ہم سب اس کا عزم کریں اور اپنے آپ کو اس پر قائم رکھیں تو کون ہے جو اس امت مرحوم کی سربلندی کو روک سکے؟؟

(نقوش و موعظت: ۴۶)

سالگرہ کی حقیقت

جب عمر کا ایک سال گذر جاتا ہے تو لوگ سالگرہ مناتے ہیں اور اسمیں اس بات کی بڑی خوشی مناتے ہیں کہ ہماری عمر کا ایک سال پورا ہوگیا، اور اس میں موم بتیاں جلاتے ہیں، اور کیک کاٹتے ہیں، خدا جانے کیا کیا خرافات کرتے ہیں، اس پر اکبر الہ آبادی نے بڑا حکیمانہ شعر کہا ہے:

جب سالگرہ ہوئی تو عقدہ یہ کھلا
یہاں گرہ سے ایک برس اور جاتا ہے

عقدہ بھی عربی میں گرہ کو کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گرہ میں جو برس دیئے تھے۔ اس میں ایک اور کم ہوگیا۔ ارے یہ رونے کی بات ہے یا خوش ہونے کی بات ہے؟ یہ تو افسوس کرنے کا موقع ہے کہ تیری زندگی کا ایک سال اور کم ہوگیا۔

لیکن آج ہمارے معاشرے میں سب سے زیادہ بے قیمت چیز وقت ہے اس کو جہاں چاہا کھو دیا، اور برباد کردیا، کوئی قدر و قیمت نہیں۔ گھنٹے، دن، مہینے بے فائدہ کاموں میں اور فضولیات میں گذر رہے ہیں جس سے نہ تو دنیا کا فائدہ ہے نہ تو دین کا۔

اور اگر آپ کو زندگی سے محبت ہے تو وقت کو برباد نہ ہونے دیں، کیونکہ اسی کا نام زندگی ہے، اور ایک ساعت کی بربادی سے جو نقصان ہوتا ہے، بقائے دوام بھی اس کی تلافی نہیں کرسکتی، اور یہ کمی کبھی پوری نہیں ہوسکتی، سچ یہ ہے کہ وقت کو ضائع کرنا ایک طرح کی خودکشی ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ خودکشی ہمیشہ کے لئے زندگی سے محروم کردیتی ہے، اور تضییع اوقات ایک محدود زمانہ تک زندہ کو مردہ بنادیتی ہے۔

یہی منٹ گھنٹے اور دن جو غفلت اور بے کاری میں گزرجاتے ہیں اگر انسان حساب کرے، تو ان کی عمومی تعداد مہینوں بلکہ برسوں تک جا پہنچتی ہے، اگر چہ وقت کا بے کار کھونا، عمر کا کم کرنا ہے، لیکن اگر یہی نقصان ہوتا تو چنداں غم نہ تھا کیونکہ دنیا میں عمر سب کو طویل نصیب نہیں ہوتی لیکن بہت بڑا نقصان جو بیکاری اور تضییع اوقات سے ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کے خیالات ناپاک اور زبوں ہوجاتے ہیں۔ اور طرح طرح کے عوارض جسمانی وروحانی میں مبتلا ہوجاتا ہے، حرص، طمع، ظلم و ستم، قمار بازی، حق تلفی، اور نافرمانی عموماً وہی اشخاص کرتے ہیں جو معطل و بے کار رہتے ہیں، کیونکہ انسان کچھ نہ کچھ کرتے رہنے کے واسطے بنایا گیا ہے۔ جب تک ان کی طبیعت اور دل و دماغ نیک اور مفید کام میں مشغول نہ ہونگے، اسکا میلان ضرور بدی اور معصیت کی طرف رہے گا، پس اگر انسان انسان بننا چاہتا ہے اور زندگی کو بآرام بسر کرنے کی خواہش رکھتا ہے تو سب کاموں سے مقدم کام اسکے واسطے یہ ہے کہ وہ اپنے وقت کا نگران رہے، ایک لمحہ بھر بھی فضول نہ کھوئے، اور ہر کام کے لئے ایک وقت اور ہر وقت کے لئے ایک کام مقرر کردے ورنہ جو شخص وقت برباد کرے گا، وقت

اس کو برباد کر دیگا۔

اگر آپ غور کریں تو نوے فیصد لوگ صحیح طور پر یہ نہیں جانتے کہ وہ اپنے وقت کا زیادہ حصہ کہاں اور کیوں صرف کرتے ہیں، فرینکلن نہایت محنتی انتھک کام کرنے والا، از حد پابند اوقات اور ایک بھی وقت ضائع نہ کرنے والا انسان تھا، اپنے کھانے اور سونے کے لئے کم سے کم جو وقت دے سکتا تھا وہ دیتا تھا۔ وقت کی قدر کریں اور وقت کو غنیمت جانیں۔ اللہ ہم سب کو وقت کی قدر کرنے اور فضولیات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(اسلام اور ہماری زندگی ۲/۲۹۵)

خود فراموشی اور خدا فراموشی

لوگ سالِ نو کی خوشیاں مناتے ہیں لیکن غور کیجئے تو یہ موقع خوشی سے زیادہ غم کا ہے، یہ ساعت جشن و مسرت نہیں، بلکہ لمحہ عبرت و موعظت ہے، کیونکہ سال کے گذرنے سے عمر بڑھتی نہیں ہے، بلکہ عرصۂ حیات تنگ ہوتا جاتا ہے اور مقررہ عمر میں کمی ہوجاتی ہے، اس لئے سالِ نو کی آمد غفلت شعار طبیعتوں کے لئے صورِ انتباہ اور سونے والوں کے لئے بیداری کا الارم ہے، نہ کہ سرمستی و عیش کوشی کا پیغام؛ یہ وقت ہے کہ ایک مومن کی پیشانی خدا کی چوکھٹ پر خم ہو کہ تو نے میرے بہت سے ہم عمروں کو اٹھالیا اور مجھے اپنی مہلت سے سرفراز کیا ہے، اس لئے تیرے دربار میں شکر و امتنان کے جذبات پیش کرتا ہوں، یہ وقت ہے کہ خدا کے حضور التجا والحاء کے ہاتھ اٹھیں، کہ خدایا میرے مستقبل کو میری ماضی سے بہتر فرما، میری نامرادیوں کو کامیابیوں سے اور میری پستیوں کو بلندیوں سے بدل دے، خاص کر مسلمان اس وقت پورے عالم میں خدا سے غفلت شعاری اور دنیا اور متاعِ دنیا کی محبت کی جو سزا پا رہے ہیں اس پس منظر میں پوری امت کو عالم اسلام اور مقامات مقدسہ کی حفاظت کی دعاء کرنی چاہئے۔

لیکن افسوس اور ہزار بار افسوس! کہ عبرت پذیری اور موعظت انگیزی کی اس ساعت کو بھی ہم نے عیش کوشی، خود فراموشی اور خدا فراموشی کی ساعت بنالیا ہے، اس موقع سے رقص و سرور کی محفلیں سجائی جاتی ہیں، تفریح گاہوں اور پارکوں کے کھلے عام بے حیائی کے مناظر

دیکھے جاتے ہیں، اور جن بیہودہ حرکات وسکنات کے لئے کبھی اہلِ مشرق اہلِ مغرب کو شرم و عار دلاتے تھے اب خود مشرق اس بے حیائی کی دوڑ میں زیادہ سے زیادہ آگے بڑھنے کو مضطرب ہے، کیا کسی شریف انسان کے لئے اس طرح کھلے عام بادۂ ساقی سے ہم دہن وہمکنار ہونا زیبا ہے؟ اور کیا مسلمانوں کے لئے اس خود فراموشی اور غفلت کوشی کا کوئی موقع ہے؟ جس قوم کا قبلۂ اول اس کے ہاتھوں سے نکل چکا ہو، عالم اسلام کے قلب و جگر تک دشمن کی رسائی ہو چکی ہو جس کی عبادت گاہ بلا کسی دلیل اور جواز کے زمین بوس کر دی گئی ہو، جس کا لہو گجرات کے چپہ چپہ سے ایسا ٹپک رہا ہے جیسے موسم سرما میں کہر، ایسی مظلوم اور ستم رسیدہ اور ذلت ونکبت کی سرحدوں پر کھڑی امت کے لئے خوشی کے شادیانے بجانے اور عیش ونشاط کے شانے بجانے کا کوئی بھی موقع ہے؟ ؟ فاعتبروا یا أولی الابصار!

(نقوش وموعظت: ۱۵۴)

بابِ دوم

قمری تاریخ کی شرعی اہمیت

جیسا کہ معلوم ہوا، محرم الحرام اسلامی کیلنڈر کا سب سے پہلا مہینہ ہے جس طرح انگریزی کیلنڈر کا پہلا مہینہ جنوری ہے، مگر ہم میں سے اکثر لوگ انگریزی تاریخ اور اس کی ابتداء وانتہاء سے تو واقف ہوتے ہیں مگر اسلامی تاریخ اور اس کی ابتداء وانتہاء سے جاہل وغافل رہتے ہیں، بسا اوقات محرم الحرام کا مہینہ آتا اور چلا جاتا ہے اور بہت سے مسلمانوں کو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی، اس کے برعکس جب جنوری کا مہینہ آتا ہے اور اس کی پہلی تاریخ ہوتی ہے تو سب کو اس کی اطلاع ہوتی ہے اور اس کا چرچا سبھی میں ہوتا ہے، کیا عیسائی، کیا مسلم، کیا ہندو اور کیا مجوسی، سبھی اس میں دلچسپی لیتے ہیں، یہاں غیروں سے بحث نہیں اور نہ ان سے شکایت، شکایت تو اپنوں کی ہے کہ انکو غیروں کی تاریخ سے تو اتنی دلچسپی ہے لیکن اپنی اسلامی تاریخ سے اس قدر غفلت؟ حالانکہ اسلامی تاریخ سے واقفیت ضروری ہے اور شرعاً اس کی

بڑی اہمیت ہے۔

قرآن شریف میں ارشاد ہے:

{یسئلونک عن الاھلۃ قل ھی مواقیت للناس والحج}(بقرۃ:۱۸۹)

(لوگ آپ سے نئے چاندوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ یہ لوگوں کے اوقات معلوم کرنے اور حج کرنے کا ذریعہ ہیں)

روایات میں آتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے نبی کریم ﷺ سے شروع مہینے کے چاند کے بارے میں سوال کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! یہ چاند کا کیا معاملہ ہے کہ ظاہر ہوتا ہے دھاگے کی طرح باریک سا اور پھر بڑھتا جاتا ہے اور بڑا ہوجاتا اور گول بن جاتا ہے پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے اور بالکل باریک ہوجاتا ہے جیسا کہ پہلے تھا۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ کہہ دیجئے کہ چاند دراصل لوگوں کے معاملات میں بھی اور ان کی عبادات میں بھی اوقات معلوم کرنے کا آلہ اور ذریعہ ہے۔ (روح المعانی ۲: /۷۱)

چنانچہ جب ماہ کی ابتداء ہوتی ہے تو وہ اپنی ہلالی شکل سے ابتداء ماہ کی خبر دیتا ہے، پھر بڑھتا چلا جاتا ہے، اس سے لوگوں کو اپنی دنیوی زندگی میں بھی تقرر اوقات میں مدد ملتی ہے اور مذہبی و دینی معاملات جیسے حج، زکوۃ، روزہ، قربانی، نیز عدت، وغیرہ میں بھی اس سے مدد ملتی ہے، اس آیت میں اگرچہ صرف حج کا ذکر کیا گیا ہے کہ چاند حج کے لئے ذریعۂ وقت شناسی ہے، مگر مراد تمام عبادات ہیں، جو کسی خاص ماہ یا وقت سے متعلق ہیں، جیسے روزہ کہ رمضان میں فرض ہے، لہٰذا اس فرض کو ادا کرنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہوا کہ رمضان کب ہے؟ اور یہ بات موقوف ہے چاند پر، اسی طرح حج، قربانی، زکوۃ وغیرہ کا مسئلہ بھی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر ''معارف القرآن'' میں لکھا ہے کہ:

''اس آیت سے تو اتنا معلوم ہوا کہ چاند کے ذریعہ تمہیں تاریخوں اور مہینوں کا حساب معلوم ہوجائے گا، جس پر تمہارے معاملات اور عبادات حج وغیرہ کی بنیاد ہے، اس مضمون کو سورۂ یونس کی آیت میں اس عنوان سے بیان کیا ہے: وقدرہ منازل لتعلموا عدد السنین والحساب'' (یونس ۵:) جس سے معلوم ہوا کہ چاند کو مختلف منزلوں اور مختلف

حالات سے گزارنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سال اور مہینوں اور تاریخوں کا حساب معلوم ہوسکے، مگر سورۂ بنی اسرائیل کی آیت میں اس حساب کا تعلق آفتاب سے بھی بتلایا گیا ہے:

{فمحونا آیۃ اللیل وجعلنا آیۃ النھار مبصرۃ لتبتغوا فضلاً من ربکم ولتعلموا عدد السنین والحساب}(بنی اسرائیل ۱۲:)

(پھر مٹایا رات کا نمونہ اور بنا دیا دن کا نمونہ دیکھنے کو تاکہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا اور تاکہ معلوم کرو گنتی برسوں کی اور حساب) اس آیت سے اگرچہ یہ ثابت ہوا کہ سال اور مہینوں وغیرہ کا حساب آفتاب سے بھی لگایا جاسکتا ہے، لیکن چاند کے معاملہ میں جو الفاظ قرآن کریم نے استعمال کئے ہیں اس سے واضح اشارہ اس طرف نکلتا ہے کہ شریعت اسلام میں حساب چاند ہی کا متعین ہے، خصوصاً ان عبادات میں جن کا تعلق کسی خاص مہینے اور اس کی تاریخوں سے ہے، جیسے روزہ، رمضان، حج کے مہینے، حج کے ایام، محرم، شب برأت وغیرہ سے جو احکام متعلق ہیں، وہ سب رویت ہلال سے متعلق کئے گئے ہیں (معارف القرآن ۲: /۴۱۱، ۴۱۲)

الغرض اس آیت سے عام زندگی کے معاملات اور مذہبی زندگی کے معاملات کا چاند سے متعلق ہونا اور چاند کا ان کے لیے ذریعہ وقت شناسی ہونا معلوم ہوا جس سے قمری تاریخ کی ضرورت واہمیت معلوم ہوئی۔

اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ عبادات میں قمری حساب کا اعتبار فرض وضروری ہے، حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب علیہ الرحمہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:

''پھر عبادات کے معاملہ میں تو قمری حساب کو بطورِ فرض متعین کردیا اور عام معاملات تجارت وغیرہ میں بھی اس کو پسند کیا، جو عبادات اسلامی کا ذریعہ ہے اور ایک طرح کا اسلامی شعار ہے، اگرچہ شمسی حساب کو بھی ناجائز قرار نہیں دیا، شرط یہ ہے کہ اس کا رواج اتنا عام نہ ہوجائے کہ لوگ قمری حساب کو بالکل بھلا دیں؛ کیونکہ ایسا کرنے میں عبادات روزہ وحج وغیرہ میں خلل لازم آتا ہے، جیسا کہ اس زمانہ میں عام دفتروں اور کاروباری اداروں بلکہ نجی شخصی مکاتبات میں بھی شمسی حساب کا ایسا رواج ہوگیا ہے کہ بہت سے لوگوں کو اسلامی مہینے

پورے یاد نہیں رہے، یہ شرعی حیثیت کے علاوہ غیرت قومی اور ملی کا بھی دیوالیہ پن ہے، اگر دفتری معاملات میں جن کا تعلق غیر مسلموں سے بھی ہے ان میں صرف شمسی حساب رکھیں، باقی نجی خط وکتابت اور روزمرہ کی ضروریات میں قمری اور اسلامی تاریخوں کا استعمال کریں تو اس میں فرض کفایہ کی ادائیگی کا ثواب بھی ہوگا اور اپنا قومی شعار بھی محفوظ رہے گا۔ (معارف القرآن ۱/ ۴۶۸) نیز حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں: چونکہ احکام شریعت کا مدار حساب قمری پر ہے اس لئے اگر ساری امت دوسروں کی اصلاح کو اپنا معمول بنالے جس سے حساب قمری ضائع ہوجائے تو سب گناہگار ہوجائیں گے اور اگر وہ محفوظ رہے تو دوسرے حساب کا استعمال بھی مباح ہے؛ لیکن سنت سلف کے خلاف ضرور ہے اور حساب قمری کا برتنا بوجہ اس کے فرض کفایہ ہونے کے افضل واحسن ہے (ماخوذ از بیان القرآن:۵۸)
الغرض ہمیں اپنی تاریخ کا لحاظ کرنا اور اس کا اہتمام کرنا چاہئے، اور اپنے سارے معاملات کو قمری حساب کے مطابق کرنا چاہئے، یہ ہمارا شرعی فریضہ بھی ہے اور ملی غیرت کا تقاضا بھی ہے (ماخوذ از نفائس الفقہ: ۳/ ۳۵۰)

پچھلی قوموں میں تاریخ کا رواج

ہجری تاریخ اسلامی تاریخ کہلاتی ہے اور شریعت میں بہت سے امور کو اسی پر معلق اور متعدد احکام کو اسی سے وابستہ کیا گیا ہے، اور یہ تاریخ اہل اسلام کے لئے ایک امتیازی نشان کا درجہ رکھتی ہے، اور جس طرح عیسائیوں کی ایک تاریخ ہے، ہندو قوم کی اپنی ایک تاریخ ہے، نیز دیگر اقوام کی اپنی اپنی تاریخیں ہیں اسی طرح اہل اسلام کی بھی اپنی ایک تاریخ ہے اور اس سے ان کو دیگر اقوام سے ایک گونہ امتیاز بھی حاصل ہوتا ہے۔

ہجری سال جوکہ اسلامی تاریخ کے لئے مقرر کیا گیا ہے، یہ کب سے ہے اور کیوں ہے؟ اس سوال پر غور کرنے سے قبل یہ دیکھ لینا چاہئے کہ پچھلی قوموں میں تاریخ کے جاننے اور معلوم کرنے کے لئے مختلف چیزوں کو مدار بنایا جاتا رہا ہے۔

امام طبریؒ نے اپنی تاریخ میں امام زہری اور امام شعبیؒ سے روایت نقل کی ہے کہ ان

دونوں حضرات نے کہا کہ جب آدم علیہ السلام جنت سے اتارے گئے اور ان کی اولاد ادھر ادھر پھیل گئی تو ان کی اولاد نے ھبوط آدم کے واقعہ سے تاریخ کا شمار کیا، اور یہ تاریخ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت تک جاری رہی، پھر لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت سے غرق کے واقعہ تک تاریخ کی شمار کی، پھر طوفان نوح کے واقعہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں ڈالے جانے تک تاریخ شمار ہوتی تھی، پھر اس واقعہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کی بعثت تک اور پھر وہاں سے موسیٰ علیہ السلام کی بعثت تک، پھر وہاں سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور حکومت تک، اور پھر وہاں سے بعثت عیسیٰ علیہ السلام تک، اور پھر بعثت عیسیٰ علیہ السلام سے بعثت محمد ﷺ تک تاریخ کا سلسلہ چلا ہے۔ امام طبریؒ کہتے ہیں کہ یہ تاریخ کا جو رواج امام شعبیؒ نے بتایا ہے یہ یہود کے مابین رائج تھی۔ (تاریخ طبری ۱/ ۱۲۰)

محدث امام شعبیؒ کا ہی بیان ہے کہ جب دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں اضافہ ہوا اور وہ زمین کے مختلف حصوں اور خطوں میں پھیل گئے تو لوگوں نے ھبوطِ آدم (آدم علیہ السلام کے جنت سے زمین پر اتارے جانے) کے وقت سے تاریخ مقرر کی ہے جوکہ طوفانِ نوح تک چلتی رہی، اور ابن کلبی کا بیان ہے کہ قبیلہ حمیر کے لوگ تبابعہ (یعنی بادشاہوں) سے تاریخ شمار کرتے تھے، اور قبیلۂ غسان کے لوگ سد (بندھ) کے ٹوٹنے کے واقعہ سے تاریخ لکھتے تھے اور اہل صنعاء کی تاریخ حبشہ والوں کے غلبہ کے واقعہ سے، پھر اہل فارس کے غلبہ کے واقعہ سے چلتی تھی، پھر عرب کے لوگ مشہور دنوں سے تاریخ کا اجراء کرتے تھے، جیسے جنگ بسوس وداحس، غبراء، وغیرہ وغیرہ (عمدۃ القاری ۱۷: /۶۶)

اور ابن ہشام نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ اہلِ روم کی تاریخ دارا بن دار کے قتل سے اہل فارس کے ان پر غالب آنے کے واقعہ تک چلتی رہی، اور رہے قبطی تو انہوں نے اپنی تاریخ بخت نصر سے فلابطرہ تک چلائی جوکہ مصر کی ملکہ تھی اور یہود نے بیت المقدس کی ویرانی و بربادی کے واقعہ سے تاریخ چلائی اور عیسائی لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے اپنی تاریخ جاری کی۔ (عمدۃ القاری ۱۷: /۶۶)

اور علامہ ابن کثیرؒ نے نقل کیا ہے کہ:

اہل فارس (یعنی ایرانی) جب کوئی بادشاہ مرجاتا اور دوسرا کوئی بادشاہ تخت نشین ہوتا تو یکے بعد دیگرے اسی سے تاریخ مقرر کرتے تھے اور پچھلی تاریخ کو چھوڑ دیتے تھے۔ (البدایہ والنہایۃ ۳: /۲۰۶)

امام طبریؒ کہتے ہیں کہ نصاریٰ یعنی عیسائی لوگ سکندر ذوالقرنین کے عہد سے تاریخ لکھتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ وہ لوگ آج بھی اسی پر قائم ہیں، اور فارسی لوگ اپنے بادشاہوں کے عہد سے تاریخ لکھا کرتے تھے اور میرے علم کے مطابق آج وہ لوگ یزدگرد بن شہریار کے عہد سے تاریخ لکھتے ہیں کیونکہ وہ ان کے بادشاہوں میں سے آخری بادشاہ ہے جو بابل ومشرق پر حکمراں تھا۔ (تاریخ طبری ۱: /۱۲۰)

خلیفہ بن خیاط نے اپنی تاریخ میں عبدالعزیز بن عمران کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہمیشہ لوگوں کی ایک تاریخ رہی ہے، وہ اول زمانہ میں آدم علیہ السلام کے جنت سے اتارے جانے کے وقت سے تاریخ لکھتے تھے اور یہ سلسلہ برابر جاری رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، پھر لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے اپنی قوم پر بددعا کے واقعہ سے تاریخ رکھنے لگے، پھر طوفان کے وقت سے شمار کرنے لگے، اور یہ سلسلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں جلائے جانے تک رہا، پھر لوگ اسی واقعہ سے تاریخ لکھنے لگے، اور بنو اسماعیل نے تعمیر کعبہ سے تاریخ رکھی۔ (تاریخ خلیفہ بن خیاط ۱: /۱)

نیز خلیفہ بن خیاط نے انہی عبدالعزیز بن عمران سے اور ابن کثیر نے امام شعبیؒ سے نقل کیا ہے کہ بنو اسماعیل تعمیر کعبہ سے تاریخ شمار کرتے تھے، اور یہ بات برابر جاری رہی یہاں تک کہ کعب بن لوی کی وفات ہوگئی، پھر اسی سال سے تاریخ لی جانے لگی، پھر مسلمانوں نے ہجرت کے سال سے تاریخ مانی۔ (تاریخ خلیفہ ۱: /۱، البدایہ والنہایہ ۳: /۲۰۷)

ان تفصیلات سے واضح ہوا کہ اکثر اقوام کے پاس اپنی اپنی تاریخ تھی جس سے وہ کام لیا کرتے تھے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ لوگ بعض اوقات مشہورہ سے تاریخ مقرر کیا کرتے تھے، اور بعض لوگ بادشاہوں کی بادشاہت کے عروج وزوال سے تاریخ مقرر کرتے تھے، یہود نے بیت

المقدس کی ویرانی کے واقعہ سے تاریخ مقرر کی اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا سے جانے کے بعد سے تاریخ بنائی، اسی طرح عرب کے لوگوں نے واقعۂ فیل سے تاریخ مقرر کی جس کا واقعہ یہ ہے کہ ابرہہ شاہ یمن نے کعبۃ اللہ کو ڈھانے کے لئے کوہ پیکر ہاتھیوں کے ذریعہ کوشش کی تھی، مگر اللہ کی قدرت کہ اس بے ایمانی وکعبے کی گستاخی کے نتیجے میں وہ خود ابابیل نامی پرندوں کے ذریعہ ہلاک کردیا گیا، عربوں نے اسی واقعہ سے تاریخ مقرر کی تھی۔

ہجری تاریخ کا آغاز

گذشتہ اقوام کی تاریخوں کا جائزہ لینے کے بعد اب آیئے اہل اسلام میں رائج تاریخ کا جائزہ لیں، اسلامی تاریخ جس کو ہجری تاریخ کہا جاتا ہے روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں اس کی بنیاد رکھی گئی اور یہ حضرات صحابہ کرامؓ کے مشورے سے طے کیا گیا تھا۔

اس سلسلہ میں جو روایات آئی ہیں ان پر اولاً نظر ڈالتے چلئے:

(۱) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کو خط لکھا کہ آپ کی طرف سے ہم کو خطوط موصول ہوتے ہیں، مگر ان پر تاریخ لکھی ہوئی نہیں ہوتی، (یعنی یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ خط کب کا لکھا ہوا ہے) اس پر حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کو جمع کرکے مشورہ کیا، بعض حضرات نے مشورہ دیا کہ نبوت کے سال سے تاریخ لکھی جائے، بعض نے سالِ ہجرت کا اور بعض نے وفات کے سال کا مشورہ دیا، مگر جمہور صحابہؓ نے اس پر اتفاق کیا کہ ہجرت کے سال سے اسلامی تاریخ مانی جائے اور حضرت عمرؓ نے اسی پر فیصلہ کیا۔ (تاریخ طبری ۲: /۳، ثقات ابن حبان ۲: /۲۰۶، تاریخ خلیفہ ۱/۱، فتح الباری ۷: /۲۶۸، وغیرہ)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی تحریک پر حضرت عمرؓ نے صحابہ سے مشورہ کرکے اسلامی تاریخ کا اجراء ہجرت کے واقعہ سے فرمایا۔

(۲) محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کے سامنے کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا کہ آپ تاریخ لکھا کریں، حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کیا تاریخ لکھیں؟ اس نے

کہا: ”شیء تفعله الأعاجم، یکتبون فی شهر کذا من سنة کذا“ (ایک بات جو عجمی لوگ کرتے ہیں، وہ لوگ لکھا کرتے ہیں کہ فلاں سال کے فلاں مہینے سے) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہاں! یہ تو اچھی چیز ہے، لہٰذا تاریخ لکھا کرو، صحابہ نے کہا کہ کس سنہ سے ہم اس کا آغاز کریں؟ بعض نے کہا کہ رسول اللہ کی بعثت سے، بعض نے کہا کہ وفات سے، پھر ہجرت پر سب نے اتفاق کرلیا۔ (تاریخ طبری ۲: / ۳، البدایہ والنہایہ ۳: / ۲۰۶)

(۳) ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس ملک یمن سے آیا اور عرض کیا کہ میں نے وہاں (یمن میں) ایک بات دیکھی جس کو وہ لوگ تاریخ کہتے ہیں، وہ لوگ اس کو اس طرح لکھتے ہیں کہ فلاں سال، فلاں مہینہ سے، یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ تو اچھی چیز ہے، لہٰذا تاریخ مقرر کرو۔

جب لوگوں کو جمع کیا تو کسی نے ولادت نبوی سے، کسی نے بعثت نبوی سے، کسی نے ہجرت سے، اور کسی نے وفات سے تاریخ مقرر کرنے کا مشورہ دیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہجرت سے مقرر کرلو۔ (فتح الباری ۷: / ۲۶۹)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ لکھنے کی تحریک ایک یمنی کی طرف سے ہوئی۔

(۴) ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے خود اس کی ضرورت کو محسوس کیا تھا، ابن حجر، عینی اور ابن کثیر نے میمون بن مہران سے نقل کیا ہے کہ:

حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک دستاویز پیش کی گئی، جسکی میعاد شعبان تھی، آپ نے فرمایا کہ کونسا شعبان مراد ہے، وہ جو گذر گیا یا جو آنے والا ہے؟ پھر آپ نے صحابہ کو جمع کیا اور مشورہ کیا۔ (تاریخ طبری ۲: / ۳، البدایہ ۳: / ۲۰۶، فتح الباری ۷: / ۲۶۸، عمدۃ القاری : ۱۷/ ۶۶)

مذکورہ بالا روایات کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اولاً حضرت عمرؓ کو بھی تاریخ مقرر کرنے کی ضرورت معلوم و محسوس ہوئی، پھر دوسرے اصحاب کی طرف سے بھی تحریک ہوئی تو حضرت عمرؓ نے مشورہ کے لئے صحابہ کو جمع کر کے ایک فیصلہ کر دیا۔

ہجری تاریخ کے موجد حضرت عمرؓ

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ ہی نے بمشورۂ صحابۂ کرامؓ ”ہجرت“ کو اسلامی تاریخ کے لیے بنیاد بنا دیا، لہٰذا اس کا سہرا حضرت عمرؓ کے سر بندھتا ہے۔

امام طبریؒ اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ہی نے سب سے پہلے تاریخ کو وضع کیا اور اس کو لکھا جیسا کہ مجھ سے حارث نے بیان کیا ہے۔ (تاریخ طبری ۲: / ۵۶۹)

علامہ سیوطیؒ نے حضرت عمر کی اولیات میں جہاں اور چیزوں کو شمار کیا ہے وہیں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ ہی اول شخص ہیں جنہوں نے ہجرت سے تاریخ مقرر کی (تاریخ الخلفاء ۱۰۸:)

اسی طرح ”الوافی فی الوفیات“ کے مؤلف نے لکھا ہے کہ ”أول من أرخ الکتب من الهجرة عمر بن الخطاب“ (سب سے اول جنہوں نے ہجرت سے خطوط میں تاریخ لکھی وہ حضرت عمر بن خطابؓ ہیں) (الوافی فی الوفیات ۱: / ۵)

مگر امام احمد نے عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے جس نے تاریخ لکھی وہ یعلی بن امیہ ہیں جبکہ وہ یمن میں تھے (سیرت ابن کثیر ۲: / ۲۸۷)

مگر حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ روایت منقطع ہے۔ (فتح الباری ۷: / ۲۶۹)

لہٰذا صحیح یہی ہے کہ حضرت عمرؓ نے تاریخ اسلامی کی ابتداء ہجرت کے واقعہ سے مقرر کی ہے، اور آپ ہی اس کے موجد و مدون ہیں، اور اس سلسلہ میں جن حضرات صحابہ نے اپنے اپنے مشورے دیئے ان میں حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ بھی شامل ہیں۔

ہجری تاریخ اور قرآنی اشارہ

اس جگہ یہ بھی سن لیجئے کہ حضرات صحابہ نے تاریخ کی ابتداء جو ہجرت کے واقعہ سے مانی ہے، انہوں نے یہ بات ایک قرآنی اشارے سے اخذ کی ہے۔

علامہ سہیلیؒ نے لکھا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے ہجرت سے تاریخ ایک آیت سے لی ہے اور وہ

یہ ہے :"لمسجد اسس علی التقویٰ من اول یوم احق ان تقوم فیہ"[1] (البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد اول روز سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہو کر نماز پڑھیں) یہ پہلا دن وہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں وارد ہوئے تھے اور اسلام کو عزت ملی تھی، پس یہاں روز سے مراد تاریخ اسلامی کا پہلا روز ہے اور وہ ہجرت کا دن ہے (فتح الباری ۷: /۲۶۸)

یہ ایک لطیف قرآنی اشارہ ہے جس سے صحابہ کرامؓ نے اسلامی تاریخ کے لئے ماخذ کا پتہ چلایا اور ہجرت سے اس کو جوڑا، اس سے حضرات صحابہ کرامؓ کی دقت نظر و تعمق علمی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

ہجری تاریخ کا سال تدوین

حضرت عمرؓ نے کس سنہ میں تاریخ ہجری کی تدوین کی تھی، اس میں متعدد روایات ہیں، بعض میں ہے کہ یہ سنہ سولہ ہجری تھا اور بعض میں ہے کہ سترہ ہجری تھا اور بعض میں اٹھارہ کا ذکر آیا ہے۔

امام طبریؒ نے تاریخ میں امام شعبی سے روایت کیا ہے کہ یہ واقعہ سنہ سترہ یا اٹھارہ میں پیش آیا، "وذلک سنة سبع عشرة او ثمان عشرة" (طبری ۲: /۴)

اور "الوافی" میں ہے کہ یہ سنہ سولہ تھا اور ربیع الاول کا مہینہ تھا۔ (الوافی فی الوفیات ۱: /۵)

ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ: "اتفق الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنهم فی سنة ست عشرة، وقیل :سنة سبع عشرة، وقیل ثمانی عشرة فی الدولة العمریة علی جعل الابتداء التاریخ الإسلامی من سنة الهجرة" (حضرات صحابہ نے خلافت عمری میں سنہ سولہ، یا سنہ سترہ، یا سنہ اٹھارہ میں اسلامی تاریخ کی ابتداء سنہ ہجرت سے قرار دینے پر اتفاق کیا) (سیرۃ ابن کثیر ۲: /۲۸۷)

---

[1] التوبہ: ۱۰۸

اسلامی تاریخ کی ابتداء سالِ ہجرت سے کیوں؟

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ نے اسلامی تاریخ کی ابتداء جس واقعہ کی بنیاد پر رکھی وہ ہجرت کا واقعہ ہے، حالانکہ سیرت و تاریخ نبوی میں اور بھی اہم واقعات موجود تھے، جن کو تاریخ اسلامی کا بنیاد بنایا جاسکتا تھا۔

ولادت نبوی کا واقعہ کچھ کم اہم نہ تھا، چنانچہ بعض حضرات صحابہ نے اس کا مشورہ بھی دیا تھا، اس طرح نبوت و بعثت کا واقعہ بھی اس کی بنیاد بن سکتا تھا، معراج کے واقعہ کو بھی اس کے لئے معیار بنایا جاسکتا تھا، مگر صحابہ اور خاص طور پر حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے واقعہ ہجرتِ نبوی کو اس کی اصل اور بنیاد کیوں بنایا۔

اس کی وجہ انہیں حضرات کی زبانی ملاحظہ کریں، انہوں نے اس کی وجہ بیان کی کہ:

"الهجرة فرقت بین الحق و الباطل" (ہجرت نے حق و باطل کے درمیان فرق کر دیا) (فتح الباری ۷: /۱۶۸، عمدۃ القاری ۱۷: /۶۶ وغیرہ)

ایک روایت میں حضرت عمرؓ کے یہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں:

"بل نؤرخ من مهاجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؛ فإن مهاجره فرق بین الحق و الباطل" (بلکہ ہم ہجرت سے تاریخ مانیں گے کیونکہ ہجرت کا واقعہ حق و باطل میں فرق ہے) (طبری ۲: /۳)

ایک روایت میں حضرت سعید ابن المسیبؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے پوچھا کہ ہم کس دن سے تاریخ لکھیں؟ حضرت علیؓ نے کہا کہ :"من یوم هاجر رسول اللہ و ترک ارض الشرک" (جس دن سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کی اور شرک کی سرزمین کو چھوڑا اس دن سے لکھیں) (طبری ۲: /۵)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ نے تاریخ اسلامی کی ابتداء ہجرت سے اس لئے قرار دی کہ یہ واقعہ حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے، اس سے لوگوں کو یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی کہ اسلام حق ہے اور اس کو ختم کرنا ممکن نہیں، اگرچہ اس کے خلاف ہزارہا سازشیں

وکوششیں کی جائیں، یہ دین حق ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے جو ہر حال میں ابھر کر رہے گا۔

ہجرت کا واقعہ کتب سیرت سے پڑھ کر دیکھ لیں کہ کس طرح ہجرت سے حق و باطل میں فرق ہوا ہے اور اس واقعہ نے باطل کو سرنگوں کرنے اور حق کو فتح یاب بنانے میں کس طرح اپنا کردار ادا کیا؟

واقعۂ ہجرت اشاروں میں

یہاں اس کی جانب مختصر لفظوں میں اشارہ کر دینا مناسب ہے، کفار قریش نے جب اسلام کو پھلتا اور پھولتا دیکھا اور ہزار ہا تکالیف ومصائب کے باوجود اس کو آگے بڑھتا ہوا پایا تو ایک بار دارالندوۃ میں مکہ کے تمام سردار جمع ہو گئے اور مشورہ کیا کہ کس طرح اسلام کو ختم کیا جائے اور بعد بحث یہ بات طے ہوئی کہ آج ہی راتوں رات حضرت محمد ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیا جائے اور اس کے لئے آپ کے گھر کا رات بھر وہ لوگ اپنے غنڈوں کو لے کر محاصرہ بھی کئے رہے، تا کہ جونہی آپ نماز کے لئے صبح نکلیں تو فوراً سب کے سب مل کر آپ پر حملہ کر دیں، وہ سمجھ رہے تھے کہ اس ترکیب سے آج کی رات گذرتے ہی حضرت محمد ﷺ کا وجود ختم ہو جائے گا، اور آپ کے ساتھ اسلام بھی نیست ونابود ہو جائے گا، مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ دیکھئے کہ عین اسی رات کو جب آپ اپنے کاموں سے فارغ ہو کر گھر پہنچے تو آپ کو مدینہ کی جانب ہجرت کر جانے کا حکم خداوندی پہنچا اور آپ اس کی تعمیل میں رات ہی اپنے گھر سے نکل پڑے جبکہ کفار آپ کے گھر کے چاروں طرف محاصرہ کئے ہوئے تھے، آپ ﷺ کافروں کے درمیان سے صحیح وسالم اور بخیر وعافیت نکل گئے اور کسی کافر کی نگاہ آپ ﷺ کو نہ دیکھ سکی، پھر غار ثور میں تین دن قیام رہا اور کفار آپ کی تلاش میں وہاں بھی پہنچے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حفاظت کی خاطر وہاں ایک مکڑی کا جالا تان دینے کا حکم دیا اور کبوتروں کو غار کے منہ پر انڈے دینے کا حکم دے دیا، اس لئے جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو یہ سمجھے کہ یہاں برسہا برس سے کوئی نہیں آیا ہے، یہاں تلاش بیکار ہے، اس لئے واپس لوٹ

گئے، اور آپ ﷺ وہاں سے نکل کر اونٹ پر سوار ہو کر معجزانہ طریقہ پر مدینہ پہنچ گئے اور کفار کے سارے عزائم اور ارادوں پر پانی پھر گیا اور وہ ہاتھ ملتے اور ذلیل اور رسوا اور پسپا ہو کر رہ گئے، اور دوسری طرف جب آپ ﷺ مدینہ پہنچے تو وہاں اسلام کو ترقی نصیب ہوئی اور وہ وہاں سے روز بروز بلندی اور عروج کی منزلیں طے کرتا رہا، وہاں مسلمانوں کی جمعیت بن گئی اور اسلامی حکومت قائم ہوگئی، اور لوگوں کو حق کے سمجھنے کا راستہ ہموار ہوا اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔

قربان جائیے حضرات صحابہ کرام ؓ پر کہ انہوں نے ہجرت کے اس عظیم اور عجیب واقعہ سے اسلامی تاریخ کی ابتداء مان کر ہمیں اور قیامت تک آنے والے تمام اہل اسلام کو یہ بتا دیا ہے کہ اسلام کی سربلندی اور عظمت اور اس کی سرخروئی اور جلالت اس بات میں منحصر ہے کہ مسلمان ہمیشہ اس کے لیے اللہ کے نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام کی طرح قربانیاں دیتے رہیں۔

ہجرت سے ابتدا کی دوسری وجہ

اسلامی تاریخ کی ابتداء ہجرت کے واقعہ سے قرار دینے کی ایک وجہ تو اوپر عرض کی گئی کہ اس واقعہ سے بڑی عبرتیں وابستہ ہیں اور اس کے ذریعہ حق و باطل میں کامل تمیز وفرق ہو جاتا ہے۔

اس کی دوسری وجہ بقول علامہ ابن حجر یہ ہے کہ ولادت ونبوت کی تاریخوں میں اختلاف ہے اور واقعۂ وفات سے ماننے میں یہ بات مانع ہوئی کہ یہ واقعہ مسلمانوں کو رنج وملال میں مبتلا رکھے گا، لہذا ہجرت سے ماننا بے غبار معلوم ہوا۔ (فتح الباری ۷:/ ۲۶۸)

ماہِ محرم کو سال کا پہلا مہینہ مانا گیا

غرض جب یہ بات صحابہ نے طے کرلی کہ اسلامی تاریخ کی ابتداء واقعۂ ہجرت سے مانی جائے اور اس پر صحابہ کرام ؓ کا اجماع ہوگیا تو اب مسئلہ یہ تھا کہ سال کی ابتداء کس ماہ سے مانی

جائے؟

تاریخ طبری کی روایت کے مطابق جب مشورہ ہو رہا تھا اور سال ہجری سے اسلامی تاریخ کی ابتداء پر صحابہ متفق ہو گئے تو اس بارے میں سوال ہوا کہ کس ماہ سے سال کی ابتداء مانی جائے؟ بعض نے کہا کہ رمضان سے اور بعض نے کہا کہ محرم سے کیونکہ وہ لوگوں کے حج سے واپسی کا مہینہ اور محترم مہینہ ہے، پھر اسی پر ان سب کا اجماع ہو گیا۔(طبری ۳: / ۳/ تاریخ ابن کثیر ۲: / ۲۸۷)

جب صحابہ کرامؓ سے اس کے بارے میں مشورہ لیا گیا تو بعض حضرات نے فرمایا کہ ماہ رجب سے سال کا آغاز مانا جائے، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی یہی رائے تھی اور بعض نے کہا کہ رمضان سے سال مانا جائے، یہ حضرت طلحہؓ کی رائے تھی، اور حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ محرم سے تاریخ کا آغاز کرو؛ کیونکہ وہ محترم مہینہ ہے اور سال کا شروع بھی ہے اور لوگوں کے حج سے واپس آنے کا وقت بھی ہے۔(فتح الباری ۷: / ۲۶۹، عمدۃ القاری ۱۷ : / ۶۶ وغیرہ)

ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ آثار کے مجموعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن صحابہ نے محرم سے ابتداء کا مشورہ دیا وہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ تھے۔(فتح الباری ۴: / ۲۶۹)

غرض اس پر سب کا اتفاق ہو گیا اور صحابۂ کرامؓ نے سالِ ہجری کا پہلا مہینہ محرم الحرام کو قرار دیا۔

ایک اشکال کا جواب

یہاں ایک اشکال ذہن میں آسکتا ہے، وہ یہ کہ جب صحابۂ کرامؓ نے ہجرت کے واقعہ کو اصل بنا کر اسلامی تاریخ کی ابتداء کو ہجرت سے وابستہ کیا تو سال کا پہلا مہینہ بھی اسی کو قرار دینا چاہئے تھا، جس میں ہجرت کا واقعہ پیش آیا اور ہجرت کا واقعہ ماہ ربیع الاول میں پیش آیا تھا تو مناسب تھا کہ سال ہجری کا پہلا مہینہ بھی ربیع الاول کو قرار دیا جاتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بلاشک ہجرت کا واقعہ ماہِ ربیع الاول میں پیش آیا تھا، مگر نبی کریم ﷺ نے ہجرت کر کے مدینہ جانے کا عزم و ارادہ ''ماہ محرم الحرام'' میں ہی کر لیا تھا؛

کیونکہ مدینہ سے حج کو آئے ہوئے مسلمانوں نے ذی الحجہ کے درمیان اللہ کے رسول ﷺ کو مدینہ آجانے کی دعوت دی اور آپ ﷺ نے اس دعوت کو قبول کر لیا، پھر جب محرم کا مہینہ آیا تو آپ ﷺ نے اس کا عزم فرما لیا، اس لحاظ سے محرم ہی ہجرت کا مہینہ ہے، اگرچہ اس پر عمل ربیع الاول میں ہوا۔

ابن حجر عسقلانیؒ نے یہی توجیہ کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ سب سے زیادہ قوی وجہ ہے جس کو میں نے محرم سے ابتداء کی مناسبت میں پایا ہے۔(فتح الباری ۷ : / ۲۶۸)

صحابہ کا طرزِ عمل ایک پیغام ہے

اس تفصیل و توضیح کے بعد ہمیں اب اپنا جائزہ لے کر دیکھنا چاہئے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کے اس طرز و عمل کے طریقہ کار سے ہمیں چند باتوں کی طرف اشارہ ملتا ہے اور وہ دراصل ہمارے لئے ہدایات و پیغامات ہیں، ہمیں ان کی کسوٹی اپنے آپ کو جانچنا اور اپنا جائزہ لینا چاہئے۔

(۱) پہلی ہدایت یہ ہے کہ حضرات صحابہؓ نے جب تاریخ مقرر کرنے کی ضرورت محسوس کی تو اسلام کی تاریخ کی از سر نو بنیاد ڈالی اور اس کو رواج دیا، حالانکہ جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں کہ اس دور میں مختلف تواریخ مختلف اقوام میں رائج تھیں۔ عیسائیوں کے پاس عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت شریفہ یا ان کے رفع سے تاریخ موجود و رائج تھی، اسی طرح یہود کی اپنی ایک تاریخ موجود تھی اور خود مکہ اور اطراف کے لوگوں میں ہاتھی کے اس عظیم واقعہ سے تاریخ چلتی تھی جس کا وقوع نبی کریم ﷺ کی ولادت شریفہ سے صرف ۵۵ دن قبل ہوا تھا، اور اس کو ''عام الفیل'' کہا جاتا تھا۔

مگر اس کے باوجود حضراتِ صحابہ کرام نے ایسا نہیں کیا کہ ان مروجہ تواریخ میں سے کسی تاریخ کو اپنا لیا ہو اور اس پر اکتفا کر لیا ہو، بلکہ مستقل طور پر مشورہ کر کے ایک اسلامی تاریخ کی بنیاد رکھی اور اس کو رواج دیا۔

اس میں اشارہ اور پیغام ہے کہ اسلام اپنے ہر معاملہ میں ایک تشخص رکھتا ہے، اور اس

کا ایک امتیاز اور ایک خصوصیت ہے، وہ ہر جگہ اپنے اس امتیاز وتشخص کو باقی و برقرار رکھنا چاہتا ہے۔

اب حضرات صحابہ کے اس طرز عمل کے ساتھ اپنا جائزہ لے کر دیکھ لیجئے کہ ہم اسلامی تشخصات اور امتیازات قائم کرنے کے بجائے اس کو کس حد تک پامال کرتے جارہے ہیں؟ اور ہر موقعہ پر غیر اقوام کی تقلید اور اتباع کو سرمایۂ شرف وعزت خیال کرتے ہیں، اور خود تاریخ ہی کا مسئلہ لے لیجئے، آج ہم اس سے کس قدر غافل ہیں اور اس کے برخلاف غیروں کی بنائی ہوئی تواریخ پر کس قدر فریفتہ ہیں کہ ہمیں اپنی تاریخ تو یاد نہیں، لیکن غیروں کی تاریخ کیا مجال ہے کہ ہم بھول جائیں؟

یاد رکھئے کہ یہاں مسئلہ یہ نہیں ہے کہ دوسری تواریخ سے اعتناء اور اس پر عمل جائز ہے یا ناجائز؟ جائز تو ہے کہ دوسری تاریخ پر بھی عمل کریں، لیکن اسلامی تاریخ سے وابستگی اور اس کا اہتمام دوسری تواریخ سے زیادہ کرنا چاہئے، مگر ہماری حالت اس کے بالکل برعکس ہے، پس حضرات صحابۂ کرامؓ کا یہ طرز عمل اور طریقہ کار ہمیں اسلامی غیرت کا بھرپور سبق اور ہر موقعہ پر اپنے امتیاز اور تشخص کو باقی رکھنے کی پرزور دعوت دیتا ہے۔

(۲) حضرات صحابہ نے اسلامی تاریخ کو ہجرت سے وابستہ کرکے اور اسلامی سال کی ابتداء محرم الحرام سے مان کر اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی وعظمت اور باطل کی شکست وریخت کا مظاہرہ کرنا چاہا تھا، گویا محرم الحرام وہ عظیم مہینہ ہے جس میں خدا کی طرف سے کفر کے علم برداروں اور باطل کے پجاریوں کو نامراد کرکے رسوا اور پسپا کردیا گیا تھا اور اہل اسلام کو سربلندی اور عظمت کا تاج پہنادیا گیا تھا، صحابہ نے چاہا کہ محرم آتے ہی یہ اسلامی تاریخ کا روشن باب مسلمانوں کو یاد آجائے اور وہ اپنی عظمت وسربلندی کا احساس کرکے عزت وعظمت کی زندگی گزاریں۔ مگر افسوس کہ آج مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ محرم الحرام کو منحوس ونامراد سمجھتا ہے اور بعض لوگ اس کو اس قابل سمجھتے ہیں کہ اس میں ماتم بپا کیا جائے اور اسی لئے بہت سے مسلمان اس ماہ میں شادی اور دیگر خوشی کی تقریبات سے احتراز وپرہیز کرتے ہیں۔

صحابہ کے نزدیک یہ مہینہ بڑا باعظمت ومقدس تھا اور آج کے مسلمانوں نے اس کو منحوس

اعتقاد کرلیا ہے، حالانکہ حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک رمضان کے روزوں کے بعد سب سے افضل روزہ ''محرم الحرام'' کا روزہ ہے۔ (مسلم ا: / ۳۶۸)

اس لیے اس ماہ کو شہر اللہ (اللہ کا مہینہ) قرار دیا گیا ہے جس سے اس کی تقدیس وتعظیم معلوم ہوتی ہے، پھر اس کو رمضان کے بعد سب سے افضل فرمایا گیا مگر اس کے خلاف شیعوں کی تحریف اور تلبیس سے مسلمانوں میں اس ماہ کی نحوست کا غلط باطل عقیدہ رائج ہوگیا ہے جو قابل اصلاح ہے۔

(۳) پھر صحابہؓ نے ہجرت کے واقعہ سے اسلامی تاریخ کو جوڑ کر ہمیں اس طرف متوجہ کیا ہے کہ اسلام کی ترقی وترویج، اس کی تعظیم وتقدیس اس پر موقوف ہے کہ اہل اسلام ہر زمانہ میں اس کے لیے قربانی دیں، جیسا کہ اللہ کے رسول اور صحابہ کرام نے اس کے لیے بے انتہاء قربانیاں پیش کرکے اس کی تقویت وبقاء کا سامان کردیا۔

اگر صحابہ ہجرت نہ کرتے اور اپنے گھربار، بیوی بچوں، قبیلہ وخاندان کو نہ چھوڑتے، اور اپنے راحت وعیش کا سامان کرتے رہتے، کھانے پینے اور دنیوی لذتیں حاصل کرنے میں لگے رہتے تو دین اسلام مٹ جاتا، اور کفار اس کو کبھی پنپنے نہ دیتے، لہذا تاریخ اسلام کو ہجرت سے جوڑ کر صحابہ نے چاہا کہ جب بھی تاریخ اسلام سامنے آئے تو مسلمانوں کے اندر بھی قربانی کا وہی جذبہ پیدا ہوجائے اور وہ اسی طرح دین کی خاطر قربانیاں دیں۔

اب غور کیجئے کہ ہم نے اسلام کے لئے کیا قربانی دی ہے؟ اس کی ترقی کے لئے کیا خدمات پیش کی ہیں؟ ملت اسلامیہ کے فروغ کے لئے کیا سامان کیا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ شعوری یا غیر شعوری طور پر ہم کفر وباطل کی تقویت کا ذریعہ وسبب بن گئے ہوں اور اسلام کے ضعف وکمزوری کا باعث بن گئے ہوں، یا کم از کم ہمارے اوقات صرف دنیاوی کاموں اور دھندوں کی نذر ہوگئے ہوں؟ ان باتوں پر غور کرکے آئندہ زندگی کو اسلام کی تقویت وتحفظ اور اس کی ترقی وتطویر کے لئے صرف کرنا چاہئے۔ (جواہر شریعت)

حاصل یہ کہ ہمیں اپنی پہچان ہجری تقویم کو بنانا چاہئے بلکہ اسے یاد رکھنا چاہئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ آئندہ چند سالوں میں ہماری نئی نسل کے ذہنوں سے یہ تصور ہی محو ہوجائے کہ ہم بھی ایک

زندہ جاوید تہذیب وتاریخ کے امین ہیں۔ہمارا بھی ایک شاندار ماضی ہے،ہمارا بھی ایک تشخص ہے، بلکہ تمام تہذیبوں نے تہذیب کا درس ہم سے ہی لیا ہے۔

ترقی کی نئی راہیں جو زیر آسمان نکلیں
میاں مسجد سے نکلے اور حرم سے بیبیاں نکلیں

مروجہ کیلنڈر کی حقیقت

دنیا میں مختلف قومیں وجود پذیر ہوئیں اور اپنے مدت تک رہ کر ہمیشہ کے لئے صفحۂ ہستی سے ناپید ہوتی گئیں ”لکل امة اجل“ اور کچھ قومیں ایسی ہوئیں جو مذہبی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر ہلاکت وبربادی کی راہ پر گامزن ہوئیں، جن میں سرفہرست عیسائی اور یہودی ہیں۔ یہ دونوں مذہب باطل ہیں۔قرآن کریم ان کے مکر وفریب،بغض وحسد اور افتراء ودغابازیوں کے سلسلہ میں رطب اللسان ہے اور جگہ جگہ ان کی آپسی رنجشوں کو بے نقاب کیا ہے۔قرآن حکیم نے مذہب سے منحرف قوموں میں سب سے بدترین یہود ونصاریٰ کو بتلایا ہے۔اور رسول اللہ ﷺ نے یہود ونصاریٰ کی چال بازیوں سے امت کو آگاہ فرمایا ہے۔

آج روئے زمین پر پائے جانے والے انسانوں کی تعداد میں سب سے زیادہ نصاریٰ ہیں اور سب سے کم تعداد یہودی ہیں۔بعثت رسول اللہ ﷺ سے ہی یہود ونصاریٰ کو مسلمانوں سے کدورت رہی ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ یہ اقوام باطلہ مسلمانوں کو ہر دور میں صفحۂ ہستی سے مٹانے کی سرتوڑ کوشش کرتی آرہی ہیں،لیکن فرمانِ خداوندی ہے :یریدون لیطفئوا نور اللہ بأفواههم . . . الخ کہ یہ لوگ اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں تب بھی اللہ اپنے نور کو مکمل کرکے رہے گا۔ چنانچہ جب بھی باطل نے حق کے خلاف آواز اٹھائی تو اہلِ حق نے ہر دور میں اس آواز کو اپنے ایمانی جوش وحمیت سے سرنگوں کردیا اور باطل کو منہ کی کھانی پڑی۔(مجلہ شاہراہِ علم)

یہود کی ناپاک سازش

جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کو میدانِ جنگ میں مات دینا ان کے بس کی بات نہیں ہے تو انہوں نے باہمی تعاون واشتراکِ عمل سے سوچا کہ مسلمانوں کے ایمان پر حملہ کیا جائے چنانچہ بہت غور وفکر کے بعد ایک سازش رچی کہ مسلمانوں کے اندر سے شعائر اسلام کو نکال کر عیسائیت کے شعائر کا رنگ دے کر پیش کیا جائے اور ان کی روحانیت کو تار تار کیا جائے اور مذہبی قوت سلب کرلی جائے، چنانچہ وہ اپنے مقاصد میں کامیاب نظر آرہے ہیں اور مسلمان ان کے اس فریب میں آسانی کے ساتھ پھنس رہے ہیں اور اس کو حقیقی شعائر اسلام سمجھ رہے ہیں اور ابھی تک اس سے لاعلم ہیں۔

ایک یہودی جو سعودیہ عربیہ میں اپنی کسی تنظیم کا مبعوث تھا تقریباً ۲۷ رسال تک سرزمین عرب پر تبلیغ کی نیت سے رہا جب اس سے پوچھا گیا کہ تم نے کتنے مسلمانوں کو یہودی بنایا تو اس نے کہا کہ ”ہم نے ان کے ظاہر کو تو یہودی نہیں بنایا لیکن ہم نے ان کی ذہنیت میں یہودیت کا رنگ دے دیا ان کے گھروں میں اسلامی چیانلس کے ذریعہ ٹی وی کو داخل کیا اور ان کے ہاتھوں سے مسواک کی سنت چھڑا کر ”برش“ دے دیا اور اسلامی لباس کو کالج ویونیورسٹیوں کے ذریعہ ترک کروایا، غرض ان کے استعمال کی ہر ہر چیز ہماری مصنوعات میں سے ہوتی ہے“۔

ظاہر ہے کہ اس قسم کے واقعات ہم روز بروز سنتے رہتے ہیں اور ان کی آمیزش کا مشاہدہ بھی کرتے رہتے ہیں۔اگر ہم روزمرہ کی استعمال کردہ چیزوں کی تہہ تک پہنچ جائیں تو شاید ہی کوئی چیز خالص اور پاک ملے۔

آج اسلام دشمن طاقتوں کی زہر آلود روحانیت کش ایجادات مسلمانوں کی غیرت وحمیت کو للکار رہی ہیں اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس قسم کی سازشوں کو امت کے سامنے بے نقاب کیا جائے اور صحیح صورت حال سے واقف کرایا جائے، ان ہی کی سازش معلوم ہوتی ہے، آج ہر خاص وعام کی زباں زد گھروں اور دوکانوں کی زینت بنا ہوا ہے، شاید ہی کسی کو

بھروسہ ہو لیکن حقیقت یہی ہے۔

سالِ نو کا آغاز جنوری سے ہی کیوں؟

دنیا بھر میں سالِ نو کی تقریبات کا اہتمام بہت اچھے انداز میں کیا جاتا ہے اور لوگ نئے سال کا پہلا دن ہلہ گلہ کر کے گذارتے ہیں لیکن دنیا بھر میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو شاید نہیں جانتے کہ نئے سال کا آغاز جنوری میں ہی کیوں منایا جاتا ہے، بقیہ مہینوں میں جنوری ہی کو کیوں سال نو کا پہلا مہینہ چنا گیا۔ تقریباً تمام دنیا میں یہ رواج ہے کہ نئے سال کا آغاز یکم جنوری سے کیا جاتا ہے، لیکن کم لوگوں کو معلوم ہے کہ سال کا آغاز اس دن سے ہی کیوں کیا جاتا ہے۔

رومی سلطنت میں 153 ر قبل مسیح سے یہ رواج چلا آرہا تھا۔ کہ یکم جنوری کو شہروں کے انتظام کے لئے مقرر کئے جانے والے حکومتی افسران مقرر کیے جاتے تھے۔ اور یہ تقرری حکومتی انتظام وانصرام کا اہم ترین جزو سمجھی جاتی تھی۔ اس وقت کی رومی سلطنت میں لوگ مالوں کی پہچان بھی ان میں مقرر کیے گئے اصولوں کے حوالے سے کرتے تھے۔ تقرریوں کے لئے اس دن کا انتخاب ہی کیوں کیا جاتا تھا؟

اس کے متعلق تاریخ دانوں کا کہنا ہے، کہ لفظ ’’جنوری‘‘ کا تعلق رومن لفظ ’’جینس‘‘ سے ہے، جو رومیوں کے ہاں تبدیلی اور آغاز کا دیوتا کہلاتا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ جنوری کے مہینہ کے پہلے دن کو سال کے آغاز کے لئے چنا گیا۔

اگرچہ اس کے بعد بھی کیلنڈر میں تبدیلیاں آئیں لیکن آج تک سالِ نو کا آغاز یکم جنوری سے ہی کیا جاتا ہے، روسی عوام کو سال نو کا جشن منانے کا بہت شوق ہے، دراصل یہ جشن قدیم زمانہ سے مختلف ممالک میں منایا جاتا ہے۔

تاریخ دانوں کا کہنا ہے کہ ۵ رہزار سال پہلے ’’میسو پوٹامیہ‘‘ میں سالِ نو کی آمد کے موقع پر جشن منانے کی روایت شروع ہوئی تھی۔ یہ جشن کسانوں کے لئے بہت اہمیت کا حامل تھا۔ کیونکہ پرانے زمانے میں لوگوں کا کھیتی باڑی پر انحصار تھا۔

شروع شروع میں سالِ نو کی آمد زراعتی کاموں سے وابستہ تھی، اسلئے یہ تقریب موسم بہار یا موسم خزاں میں منائی جاتی تھی۔ لیکن سلطنت روم کے بادشاہ جولیس سیزر نے فیصلہ کیا کہ سالِ نو کا جشن یکم جنوری کو منایا جائے۔

پہلے روس میں بھی یہ جشن موسم سرما میں نہیں بلکہ موسم بہار میں منایا جاتا تھا۔ روسی لوک روایات کی ماہر solove Aanna کا کہنا ہے کہ پرانے زمانے میں روسی عوام سالِ نو کی تقریب یکم مارچ کو مناتے تھے۔ جب کسی کھیتی باڑی کا آغاز ہوتا تھا۔ لیکن 1492ء میں بادشاہ ’’ادان سویم‘‘ نے یہ جشن یکم ستمبر کو منانے کا حکم دیا تھا۔ جب فصل کاٹنے کا کام شروع ہوتا ہے۔

اسی روسی بادشاہ کے لئے محصول وصول کئے جاتے تھے۔ یہ سلسلہ 1700ء تک جاری رہا۔ جب بادشاہ پیٹر اول نے فیصلہ کیا کہ باقی یورپی ممالک کی طرح روس میں بھی نئے سال کا آغاز یکم جنوری کو ہوگا۔ اسی وقت سالِ نو کے جشن سے متعلق دو روایات وجود میں آئی تھیں۔ جو ہم میں آج تک برقرار رکھے ہوئے ہیں۔

سالِ نو کی آمد کے موقع پر روس میں بہت زیادہ کھانا پکایا جاتا ہے تاکہ نیا سال خوشحالی لے کر آئے۔ کرسمس ٹری نصب کرتے ہیں، اور گھر کو مختلف درختوں کی ٹہنیوں سے سجادیتے ہیں۔ دراصل روس میں کرسمس ٹری کو نیو ییر ٹری (new year tree) کہا جاتا ہے، ایک اور روایت کے مطابق سالِ نو کے موقع پر گزرنے والے سال میں رونما ہوئے واقعات کا جائزہ لیا جاتا ہے،۔

۳۱ رڈسمبر کو بارہ بجے سے چند منٹ پہلے صدر روس عوام سے خطاب کرتے ہیں۔ مختلف قومیتوں کے تارکین وطن کا یقین ہے کہ تیز شور جیسے پٹاخے اور توپوں کا داغنا گزرے ہوئے سال کی بدروحوں کو بھگاتا ہے، اور نئے سال کو بدروحوں سے پاک بنانے کو یقینی بناتا ہے۔

بدروحوں کو گولی مار کر بھگانا، ابتدائی دور کے امریکیوں میں اتنا زیادہ مقبول ہوگیا تھا، کہ 1700ء کے وسط میں کچھ علاقوں میں شور اور خطرات کو کم کرنے کے لئے اس پر پابندی عائد کردی۔ تاہم نئے سال کی منادی کرنے کے لئے شور شرابہ اب بھی آتش بازی، سیٹیاں

بجانے اور پارٹیوں میں شور کی صورت میں نئے سال کی تقریبات کا لازمی حصہ ہے۔

مہینوں کے شرکیہ ناموں کی تفصیل

اس وقت جس انگریزی تقویم کا رواج عام ہے وہ دراصل رومن تقویم ہے، رومیوں اور یونانیوں نے مختلف انگریزی مہینوں کو اپنے مختلف معبودوں کے ناموں سے موسوم کیا ہے، جس سے بت پرستی صاف طور پر جھلکتی ہے،

۞ مثلاً جنوری کا مہینہ رومیوں کے معبود (janus) کے نام سے موسوم ہے، جو ان کے گمان کے مطابق سورج کا معبود ہے، اس معبود کا مجسمہ وہ اس انداز سے بناتے تھے کہ اس کے دو چہرے ہوا کرتے تھے ایک چہرہ سے وہ مشرق کی طرف متوجہ رہے اور دوسرے سے مغرب کی طرف، سورج کے طلوع وغروب کے وقت یہ معبود اس کا استقبال کرتا ہے، اور اسے الوداع کہتا ہے، اس معبود کا دروازہ جنگ کے دنوں بالکل کھلا رکھا جاتا اور حالتِ امن میں بند کیا جاتا تھا۔

۞ یہی حال فروری کا ہے، اہل روم کے نزدیک (fevcbru) کے معنی کفارہ اور معافی کے آتے ہیں، پانچ فروری کو اہل روم طہارت و پاکیزگی کی عید مناتے تھے اور یہ تہوار ''لوبرتوس'' نامی بت کے لئے منایا جاتا تھا، اس بت کے پجاری کوئی بکری یا کتا ذبح کر کے اس کے خون کو اپنے پیشانیوں پر مل لیا کرتے تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ اس بکری یا کتے کے چرم کا ٹکڑا لے کر اگر اس بت کا طواف کیا جائے، پھر اس ٹکڑے کو کسی بانجھ عورت پر مارا جائے تو اس سے اس کا بانجھ پن ختم ہو جائے گا، ذبح شدہ جانور کے چرم کے اس ٹکڑے کو وہ لوگ (febua) کہا کرتے تھے۔

۞ مارچ دراصل مریخ سیارے کی طرف منسوب ہے، جو اہل روم کے گمان کے مطابق جنگ کا معبود ہے اور جنگ کے دوران رومیوں کا حامی ومددگار رہے، ان کا خیال ہے کہ گذشتہ زمانہ میں یہ معبود آندھیوں کا معبود تھا، پھر کھیتی اور نباتات کا معبود ہو گیا، یہ معبود ان کے عقیدہ کے مطابق مختلف صلاحیتوں کا حامل ہے۔

۞ اپریل (aprial) سے مشتق ہے، جس کے معنی کھلنے اور کھل جانے کے آتے ہیں اور یہ ''اقینوس'' نامی پھول کا رمز ہے، قدیم رومیوں کے پاس اپریل کے مہینہ سے سال کا آغاز ہوتا ہے۔ اپریل کی آمد پر ایک رقص کرنے والا موسیقی کی دھنوں پر رقص کیا کرتا تھا، پھر سال کا آغاز اپریل سے منتقل کر کے مارچ سے کیا جانے لگا پھر جنوری کو سال کا پہلا مہینہ قرار دیا گیا۔

۞ مئی (mains) سے مشتق ہے۔ یہ بھی ایک یونانی اور رومی معبود ہے، یہ دراصل ''اطلس'' نامی بت کی لڑکی کا نام ہے، اس مہینہ کے آغاز میں اہل روم اپنی لڑکیوں میں سب سے خوبصورت ترین لڑکی کا انتخاب کر کے اس کے سر پر مس یونیورس کا تاج پہنایا کرتے تھے۔ آج کل حسن کے عالمی مقابلے میں جو تاج پوشی ہوتی ہے، اس کا تعلق بھی اہلِ روم کی مذہبی روایت سے ہے، ۲۸/اپریل سے لے کر ۲/مئی تک کے دنوں میں پھولوں کے معبود ''قلورہ'' کا تہوار منایا جاتا تھا۔

۞ جون ایک رومی قبیلہ کا نام ہے، اس قبیلہ اور اس کے معبود کو زندہ جاوید رکھنے کے لئے مہینہ کا نام رکھا گیا۔

۞ جولائی قیصر روم کایوس یولیوس کے نام سے رکھا گیا، اس لئے اس سے پہلے اس مہینہ کا نام (sixligis) تھا، جس کے معنی چھٹے مہینہ کے آتے ہیں۔

ستمبر، اکتوبر، نومبر اور دسمبر اپنی پرانی حالتوں پر برقرار رکھے گئے، جن کے معنی بالترتیب ساتویں، آٹھویں، نویں، دسویں، آتے ہیں۔ سال کے مہینوں میں ایرانی ترتیب کے لحاظ سے ان کے نمبر یہی تھے۔ (مجلہ کویت ۱۴ : رشوال ۱۴۲۲ھ)

ایام کے شرکیہ ناموں کی تفصیل

آج کل جتنے بھی کیلنڈر چھپتے ہیں خواہ اردو میں ہوں یا انگریزی میں ان سب میں ہفتے کے دنوں کے نام خالص شرکیہ ہیں، جو کیلنڈر اردو میں چھپتے ہیں اس میں ہفتہ کے دنوں کے نام اس طرح ہیں : اتوار، سوموار، منگل، بدھ، جمعرات، جمعہ، سنیچر، اور جو کیلنڈر انگریزی

میں شائع ہوتے ہیں اس میں ایام کے نام یوں ہیں : سنڈے، منڈے، ٹیوز ڈے، ویڈنس ڈے، تھرس ڈے، فرائیڈے، سیٹر ڈے، ان چودہ ناموں میں جمعہ اور جمعرات کے علاوہ باقی سب نام شرک اور کفر پر دلالت کرتے ہیں۔

(۱) اتوار، سنڈے، اتوار ہندی کا لفظ ہے اصل میں آیت وار سے بنا ہے جو دو لفظوں پر مشتمل ہے آیت اور وار، آیت بمعنی سورج اور وار بمعنی دن، سنڈے انگریزی کا لفظ ہے جو سن اور ڈے سے مرکب ہے۔ سن بمعنی سورج اور ڈے بمعنی دن، اتوار اور سنڈے دونوں کے مقصودی معنی یہ ہیں کہ ''سورج کی پوجا کا دن'' لہذا یہود ونصاریٰ یہ دو فرقے اس دن چھٹی کر کے مخصوص عبادت کرتے ہیں اور اسی طرح ہندو لوگ سورج کو سب سے بڑا کارساز دیوتا سمجھتے ہیں، اس لئے وہ سورج کے چڑھنے اور ڈوبنے کے وقت اس کی شعاعوں کو پوجتے ہیں بلکہ ہندوستان میں ایک قوم اپنے آپ کو ''سورج بنسی'' یعنی سورج کی اولاد کہلاتی ہے جو بڑا معزز سمجھا جاتا ہے۔

(۲) سوم وار، منڈے: ہندی میں سوم چاند کو کہتے ہیں اور من انگریزی میں چاند کے معنی میں آتا ہے جو کہ مون تھا، دونوں کا مقصودی معنی ''چاند کی پوجا کا دن'' ہندوؤں کا سومناتھ مندر مشہور ہے جو کاٹھیاواڑ گجرات میں تھا۔ سومناتھ کے معنی ہیں ''چاند کی صورت پر بنا ہوا خدا'' چوں کہ اس مندر میں چاند کی شکل بلا کسی سہارے کے معلق رکھی تھی اور سادہ لوح ہندوؤں کو پنڈت یہ کہتے تھے کہ یہ چاند واقعی خدا ہے جو بلا کسی سہارے کے کھڑا ہے اس بناء پر ہندوستان میں ایک قوم اپنے کو ''چندا بنسی'' یعنی چاند کی اولاد کہلاتی ہے۔ جس کو بڑا معزز خیال کیا جاتا ہے۔

(۳) منگل وار، ٹیوز ڈے: منگل کے معنی سرسبز وشاداب کے ہیں منگل وار کا مقصد یہ ہے کہ ''شادابی کے دیوتا کی پوجا کا دن'' انگریزی میں ٹیوز ڈے کا مقصد یہ ہے کہ ''مریخ سیارے کی پوجا کا دن'' چوں کہ ہندوؤں اور قدیم یونانیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مریخ سیارہ سرسبزی وشادابی کا دیوتا ہے، اس لئے ان کے نزدیک مریخ کو پوجنے اور اس سے دعا مانگنے سے زراعت خوب سرسبز وشاداب ہوتی ہے اور یہ مقولہ بھی مشہور ہے کہ ''جنگل میں منگل'' اس میں

یہی معنی مراد ہیں۔

(۴) بدھ وار، ویڈنس ڈے : ہندی میں بدھ عطارد سیارے کو کہتے ہیں اور ویڈنس ماخوذ ہے وڈن سے جو رومن زبان میں عطارد کو کہتے ہیں، دونوں کے مقصودی معنی یہ ہوئے ''عطارد کی پوجا کا دن'' چوں کہ ہندوؤں اور سکنۂ نیوباوالوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جس پر عطارد دیوتا مہربان ہوجائے وہ عقل وشعور کا مالک بن جاتا ہے اس لئے یہ دونوں فرقے عطارد کی پوجا کرتے ہیں۔

(۵) تھرس ڈے : جس کو سنسکرت میں روی وار کہتے ہیں اور تھرس اور روی دونوں کے معنی مشتری سیارے کے ہیں اور دونوں کے مقصودی معنی ''مشتری کی پوجا کا دن''۔

(۶) فرائی ڈے : شکروار : فرائی ماخوذ ہے فریگا دیوی جس کے معنی خدا کی بیوی یعنی زہرہ اور شکر بمعنی خوبصورتی عطا کرنے والی بیوی جس سے زہرہ مراد ہے اب دونوں کے مقصودی معنی ''زہرہ کی پوجا کا دن''

سٹرڈے، سنیچر : سٹر زحل ستارے کو کہتے ہیں اور سنیچر ماخوذ ہے سیچرن سے جس کے معنی زحل کے آتے ہیں مقصودی معنی ''زحل کی پوجا کا دن''

مغربی ممالک کے لوگ عیسائی ہونے سے پہلے ان سیاروں کو پوجتے تھے، اور بعض علاقوں میں اب بھی ان کے تہوار منائے جاتے ہیں، اور ہندو تو مسلسل اس شرک میں مبتلا چلے آرہے ہیں۔

(مجلہ شاہراہِ علم ۱۴۲۹ھ ص ۱۱۹)

اسلامی تقویم کو رواج دیں

خلاصۂ مضمون یہ نکلا اتوار، سنڈے ''سورج کی پوجا کا دن''۔ سوم وار، منڈے ''چاند کی پوجا کا دن''۔ منگل، ٹیوز ڈے ''مریخ کی پوجا کا دن''۔ بدھ، ویڈنس ڈے ''عطارد کی پوجا کا دن'' شکروار، فرائی ڈے ''زہرہ کی پوجا کا دن''۔ روی وار، تھرس ڈے ''مشتری کی پوجا کا دن'' سنیچر، سٹرڈے ''زحل کی پوجا کا دن''۔

آپ نے دیکھ لیا کہ مروجہ تقویم نے ہفتہ کے دنوں کے پیچھے باقاعدہ مذہبی روایات کارفرما ہے اور ہم مسلمان غیر شعوری اور نادانستہ طور پر ان دیومالائی کی تصویرات کو سینے سے لگا کر ان ناموں کی ترویج کر رہے ہیں۔

اس لئے انتہائی ضروری ہے کہ مسلمانوں میں ہفتہ کے دنوں کے وہی نام رائج کئے جائیں جو اسلامی تقویم نے ہمیں عطا کئے ہیں اور عرب ممالک میں جو رائج ہیں۔

جیسے :الجمعة، السبت، الاحد، الاثنين، الثلثاء، الاربعاء، الخميس۔

اور اگر مذکورہ نام غیر مانوس ہونے کی وجہ سے مشکل محسوس ہوتے ہوں تو فارسی زبان کے نام رائج کئے جائیں، جو اورنگ زیب عالمگیرؒ کے زمانے میں رائج تھے اور اب بعض علاقوں میں بولے اور لکھے جاتے ہیں، جیسے جمعہ، شنبہ، یکشنبہ، دوشنبہ، سہ شنبہ، چہارشنبہ، پنج شنبہ۔

خصوصاً اہل مدارس کو اس سلسلے میں غور وخوص کرنا چاہئے اس لئے کہ سالانہ کیلنڈر چھپتے ہیں اگر یہاں اصلاح کر لی جائے تو بدعات ورسوم کا ازالہ ہوسکتا ہے۔

میڈیا کا اولین نشانہ مسلمان ہے

غیروں کی نقالی اور ان کے طور وطریقوں کو اپنانے کے سلسلے میں ایک طرف کتاب وسنت کی طرف سخت ہدایات پر نظر رکھئے، دوسری طرف مسلمانوں کی زندگی کا جائزہ لیجئے، پھر آپ خود محسوس کریں گے کہ اس وقت مسلمان غیر شعوری طور پر تہذیبی ارتداد کے دہانہ پر پہنچ چکے ہیں، یہود ونصاریٰ اور اہل مغرب کی نقالی میں ہم نے دنیا کی ساری قوموں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے، ٹی وی اور ذرائع ابلاغ کے ذریعہ آج پوری دنیا میں کوشش کی جارہی ہے کہ یہودی اور نصرانی تہذیب کو عام کر دیا جائے، چنانچہ میڈیا کا اولین نشانہ مسلمان ہیں۔

غیروں کی جن مذہبی چیزوں سے ہم شدید متاثر ہیں، ان میں ایک تقویم اور کیلنڈر رہے ماہ وسال کی تقویم، مہینوں کے نام اور سال کے آغاز واختتام کا نظام کسی بھی قوم کے وجود کا ایک اہم حصہ ہوتا ہے، جس سے اس قوم کی مذہبی شناخت اور قومی تشخص وابستہ ہوتی ہے، دنیا کی تقریباً تمام بڑی اور قدیم اقوام کی الگ الگ تقویمیں ہیں، جن پر ان کے مذہبی اعیاد

ورسوم وتہوار کا دارومدار ہوتا ہے۔

مغربی تہذیب کی یلغار کا اثر

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ آج کل جس انگریزی تقویم کا عام رواج ہے وہ دراصل قدیم رومیوں کی تہذیبی بنیادوں پر رکھی گئی تقویم ہے، اور مہینوں کے نام تقریباً کسی نہ کسی بت کی یادگار کے طور پر رکھے گئے ہیں، اس کے بالمقابل اسلامی تقویم جس کا آغاز محرم سے کیا گیا ہے، اسلامی مہینوں کے نام ہیں، اسلامی عبادات کی پوری نمائندگی کرتے ہیں، یہ مہینے زبانِ وحی سے طے کئے گئے ہیں اسلامی تقویم کا آغاز واقعہ ہجرت سے کیا گیا، جس طرح عبادات خدا کی طرف سے متعین کردہ ہیں، اسی طرح عبادات کو جن مہینوں سے وابستہ کر دیا گیا ہے وہ بھی خدا کی طرف سے متعین کردہ ہے۔

آج مغربی تہذیب کی یلغار کا عالم یہ ہے کہ ہماری نئی نسل اسلامی مہینوں کے ناموں سے تک واقف نہیں، اگر اسے کسی معاملہ میں اسلامی اور قمری تاریخ کا حوالہ دیا جائے تو وہ بالکل سمجھ نہ پائیں گے، اسے یہ تک معلوم نہیں کہ اسلامی سال کا آغاز کس مہینہ سے ہوا؟ کس قدر افسوسناک بات ہے کہ ہر وقت اپنی زبانوں سے رومی بتوں کے نام دہراتے رہیں، لیکن اسلامی مہینوں سے ہمیں کوئی سروکار نہیں، اسلامی مہینے دراصل شعائر ہیں اور قرآن مجید میں شعائر کے احترام کو تقویٰ کی علامت قرار دیا گیا ہے ”ومن یعظم شعائر اللہ فانها من تقوی القلوب“ یہود ونصاریٰ کو اپنی تقویم پر فخر ہے لیکن مسلمانوں کو اسلامی تقویم جو توحید پر قائم تقویم ہے نہ صرف یہ کہ فخر نہیں بلکہ اسلامی تقویم اور مہینوں کے استعمال کو ایک طرح کی گالی سمجھا جاتا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم معاشرہ میں اسلامی مہینے یاد کروائیں، والدین اولاد کو اسلامی مہینے یاد کروائیں شادی بیاہ اور مختلف حالات میں اسلامی مہینوں کا استعمال کریں۔

دو افسوسناک پہلو

مغربی تہذیب ونقالی کے دو پہلو انتہائی افسوسناک ہیں :ایک یہ کہ مسلمانوں کا اسلامی

تہذیب کو چھوڑ کر غیروں کے طریقوں کو اپنانے کا مطلب یہ ہے کہ انہیں اسلامی تہذیب کے کامل و مکمل اور سب سے عظیم تہذیب ہونے کا یقین نہیں، تب ہی تو وہ دوسرے تہذیب کی چیزوں کو اپنا رہے ہیں، واقعہ بھی یہی ہے کہ ایسے مسلمان عموماً مغربی تہذیب سے مرعوب ہوتے ہیں اور اسلامی تہذیب کو اس کے مقابلہ انتہائی کمزور اور غیر ترقی یافتہ سمجھتے ہیں۔

صورتِ حال کا دوسرا پہلو یہ ہے کسی بھی طور وطریقہ کو آدمی اسی وقت اپناتا ہے جب کہ وہ طریقہ اس کے دل میں محبوب و پسندیدہ بن جاتا ہے، مغربی اور دیگر اقوام کے طریقوں کو اپنانا دراصل ربانی تہذیب کے مقابلے میں خدا کی باغی اقوام کے طریقوں سے محبت کرنا ہے، جو سراسر ایمانی تقاضوں کے خلاف ہیں۔

غیروں کی نقالی کے چند اسباب ہیں، جن سے امت تیزی کے ساتھ مغرب کے سیل رواں میں بہتی جارہی ہے۔ ذیل میں ان کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

(۱) الیکٹرونک (Electronic) میڈیا کے ذریعہ مغربی تہذیب کی اشاعت، چنانچہ ٹی وی کے ذریعہ جو کچھ پیش کیا جارہا ہے وہ سب مغرب کی نقالی ہوتی ہے اور مسلمان ٹی وی کے ذریعہ مغرب کی ساری چیزوں کو اپناتے ہیں۔

(۲) اسلامی تہذیب اور اس کی خوبیوں سے مسلمانوں کی ناواقفیت، بہت سے تعلیم یافتہ مسلمانوں کے ذہنوں میں اسلام کی مسخ شدہ تصویر بٹھائی گئی ہے، جس میں اسلام کو ایک انتہائی پسماندہ اور غیر ترقی یافتہ مذہب کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔

(۳) ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اسلام کے خلاف زبردست پروپیگنڈا چنانچہ مغربی ذرائع ابلاغ نے منصوبہ بند طریقہ سے اسلام کو بدنام کرنے کی مہم چلائی، جس سے انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ سب سے زیادہ متأثر ہوا۔

(۴) سیکولر نظام اور دینی تعلیم سے محرومی بھی مغرب سے دلدادگی کا ایک اہم سبب ہے۔ عصری اداروں میں سارا ماحول غیر اسلامی اور مغربی طرز کا ہوتا ہے، جس سے نوجوانوں کے ذہن اسی طرح تشکیل پاتے ہیں۔ (مجلہ شاہراہ علم ۲۹ ۱۴۲۹ھ ص ۱۲۱)

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں اپنی عمر کی قدر کرنے اور اپنی ماضی کی تاریخ کو گنوانے

سے حفاظت فرمائے، اور نئے سال کی عیاشیوں سے امتِ مسلمہ کے جوانوں کی حفاظت فرمائے۔ (آمین)

احمد اللہ نثار قاسمی
خادم التدریس مدرسہ خیر المدارس حیدرآباد
۵/صفر المظفر ۱۴۳۸ھ/بروز اتوار ۶/۱۱/۱۶ء
9966488861